تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ

گفتگوی مذہبی

۹۳ ھ ۱۲

جو مقام شاہجہانپور ہندو - عیسائی - مسلمانون کے علمار نے کی - اور

واقعہ میلہ خداشناسی

۹۳ ھ ۱۲

نام رکھا - مولانا مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر پُر تاثیر قابل ملاحظہ ہے

حسب ایمائے جناب مولانا مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب

مطبع مجتبائی دہلی مین چھپا

۱۲ ھ ۱۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہاں پر آفتاب و چشم ہا کور | جہاں پر از حدیث و گوش ہا کر

واقعۂ میلۂ خداشناسی

خدائے جل جلالہ کی توحید کا نعرہ ابتدا سے بلند ہوا ہے اور یہ ہی ایک چیز ہے کہ انتہا تک جسکا زور و شور ایک جہاں کے دلوں کو زندہ کرتا ہی رہیگا - میدانِ توحید کے پیشرو اور اس منزل یکتائی کے رہنما تو ہر زمانہ میں ہوتے رہے ہیں لیکن آخری دور میں جس نے توحید کا ڈنکا بجایا اور ہر نسل انسانی میں خداپرستی کا سکہ بٹھایا اور اس سرے سے اُس سرے تک دنیا کو خواب غفلت سے جگایا اُسکی حقیقۃ اور سچائی کا اعتراف بھی ایسا ہی واجب ہے جیسا کہ توحید کا اقرار ہر قلب سلیم اور عقل مستقیم کے لئے ایک امر وجدانی ہے مگر بعض آنکھوں کے لئے عینک درکار اور بعض کانوں کے واسطے بانگ بلند کی بھی احتیاج ہوتی ہے - پس یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ روحانی عینک و حقانی بانگ جس نے کانوں کو سماعت آنکھوں کو بصارت عقل کو بصیرت دل کو بشارت بخشی ہے مشتاقان تحقیق اور آرزومندان تدقیق کے روبرو پیش نہ کی جاوے - لہذا بندۂ گنہگار راجی مغفرت پروردگار محمد ہاشم علی مہتمم مطبع ہاشمی میرٹھ اور طالب نجات محمد حیات مہتمم مطبع ضیائی میلۂ خداشناسی کی مفصل کیفیت طالبان حق اور حق پرستان بے غرض کی خدمت میں راست راست بے کم و کاست عرض کرتے ہیں مگر بعض مضامین مجمل کو لفظ یعنی وغیرہ سے تفسیر کر کے سہولت فہم ناظرین کے لئے مفصل لکھدیا ہے - وہو ہذا - پادری نولس صاحب انگلستانی پادری شاہجہان پور اور منشی پیارے لال کبیر پنتھی ساکن موضع چاندا پور متعلقہ شہر شاہجہان پور نے ملکر سنہ ۱۸۷۶ء

میں ایک میلہ بنام میلہ خداشناسی موضع چاندا پور میں جو شہر شاہجہاں پور سے پانچ چھ کوس
کے فاصلے پر لب دریا واقع ہے مقرر کیا اور تاریخ میلہ ۷ مئی ٹھیرائی اور اشتہار اس مضمون کے
اطراف وجوانب میں بھجوائے غرض اس میلے کی اُسکے نام ہی سے معلوم ہوگئی ہوگی مگر بنظر مزید توضیح
ہم بھی عرض پرداز ہیں کہ اصل غرض تحقیق مذہبی تھی اور منشا اشتہار کا یہ تھا کہ ہر مذہب کے آدمی
آئیں اور اپنے اپنے مذہب کی دلائل سنائیں تفصیل قواعد آگے معلوم ہوگی بالفعل یہ عرض ہے
کہ راویانِ صادق کے فرمانے سے یہ معلوم ہوا کہ مولوی محمد قاسم صاحب ساکن نانوتہ ضلع سہارنپور
کو اُنکے بھائی مولوی محمد منیر صاحب مدرس مدرسہ سرکاری بریلی نے مولوی الٰہی بخش عرف مولوی رنگین
بریلوی کی طرف سے جو رد نصاریٰ میں شب و روز سرگرم رہتے ہیں اس اشتہار کی اطلاع دی اور یہ
لکھا کہ آپ بھی وقت مقرر پر ضرور آئیں۔ اُس وقت تو مولوی صاحب نے یہی لکھ بھیجا کہ ابھی کچھ
کہہ نہیں سکتا مگر بوجہ دور اندیشی مولوی محمد منیر صاحب سے اس بات کے خواستگار ہوئے کہ کیفیت مناظرہ
اور محل شرح سے اطلاع دیجئے اسکا جواب کچھ نہ آیا تھا کہ ایک خط شاہجہاں پور سے بھی باستدعا شرکت
آیا اُس خط کے پہنچتے ہی مولوی صاحب اپنے وطن سے پاپیادہ روانہ ہوئے اور دیوبند میں ایک شب
قیام کرکے آگے کا رستہ لیا مظفر نگر اور میرٹھ میں ایک ایک شب رہکر دہلی تک پہنچے۔ مولوی محمد منیر صاحب
کا جواب وہیں پہنچا انہوں نے بحوالہ مولوی عبدالحی صاحب انسپکٹر پولیس شاہجہاں پور کچھ ایسا
لکھا تھا کہ یہ قصہ بے اصل ہے علما کے آنے کی حاجت نہیں۔ اسپر گو ارادہ سست ہوگیا مگر بنظر احتیاط ایک خط
شاہجہاں پور کو لکھا کہ آپ بلاتے ہیں اور مولوی محمد منیر صاحب یوں لکھتے ہیں اسلئے تردد ہے آپ مفصل لکھیے
اسکے جواب میں ۴ مئی کو اول تو ایک تار برقی آیا جسکا مضمون قریب شام یہ معلوم ہوا کہ ضرور ہی آو
اور اُسکے بعد خط پہنچا جسکا مضمون یہ تھا کہ مولوی عبدالحی صاحب کو غلطی ہوئی آپ آئیں اور مولوی
سید ابوالمنصور صاحب کو ساتھ لائیں کیونکہ پادری نول صاحب کو جو بڑے لسان اور مقرر ہیں یہ
دعویٰ ہے کہ بمقابلہ دین عیسوی دین محمدی کی کچھ حقیقت نہیں اسپر مولوی محمد قاسم صاحب نے
ارادہ کیا اور ۵ مئی کو بعد عشا بمعیتہ مولوی فخرالحسن صاحب ساکن گنگوہ ضلع سہارنپور و مولوی محمود حسن

صاحب ساکن دیوبند ضلع سہارنپور و مولوی رحیم اللہ صاحب ساکن بجنور ریل پر پہنچے ادھر سے حسب وعدہ مولوی سید ابو المنصور صاحب دہلوی امام فن مناظرہ اہل کتاب بمعیتہ مولوی سید احمد علی صاحب دہلوی و میر حیدر علی صاحب دہلوی تشریف لائے اور سب لوگ ملکر گیارہ بجے کی ریل میں سوار ہوکر روز شنبہ ۶ مئی کو بعد عصر شاہجہانپور پہنچے مولوی صاحب نے آپکو چھپانا چاہا اور یہ ارادہ کیا کہ رات کو سرائے میں گذر کرلو علی الصباح مجلس مناظرہ میں جابیٹھینگے۔ غرض مولوی صاحب سب ساتھیوں کو چھوڑکر مولوی محمود حسن صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر چپکے سے شہر کو ہولئے۔ قصہ مختصر رات کو ایک سرائے میں آرام فرمایا مگر ایک دو شخص کو خبر ہو ہی گئی قریب دو بجے رات کے سرائے میں جاکر مولوی صاحب کو جاگھیر الیس از اصرار ناچار مولوی صاحب اُنکے مکان پر تشریف لیگئے یہ مناظرہ مقررہ خاص شاہجہانپور میں نہ تھا بلکہ ایک گاؤں چاند اپور جو شاہجہانپور سے ۵ یا ۶ میل کے فاصلہ پر ہے وہاں مناظرہ مقرر ہوا تھا اور بانی اس مناظرہ کے وہی منشی پیارے لال جو دولتمند اور وہاں کے رئیس ہیں تھے۔ کہتے ہیں کہ سب کو کھانا اور خیمے وغیرہ اُنہیں کی طرف سے ملے تھے بالجملہ مولوی صاحب صبح کو نماز پڑھ کر پیادہ پا ہی چاند اپور میں جاچکے۔ خیمے پہلے سے قائم ہو گئے تھے اور مولوی محمد طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس شاہجہانپور جو مولوی مدن صاحب کی اولاد میں سے ہیں جو مشاہیر علمار ہند میں سے تھے اور بالفعل عہدۂ آنریری مجسٹریٹی پر ممتاز ہیں۔ سرکار کی طرف سے مہتمم مقرر ہوئے تھے اور ایک خیمۂ عظیم و وسیع میں یہ مجلس منعقد ہوئی اس طرح کہ بیچ میں ایک میز رکھی گئی اور اُسکے دونوں جانب آمنے سامنے کرسیاں وغیرہ بچھ گئیں ایک طرف پادریاں عیسائی اور مقابلہ میں علمار اہل اسلام بیٹھ گئے اور بین الصفین میز کے سامنے موتی میاں صاحب قلمدان و کاغذ لیکر بیٹھ گئے اور قواعد مناظرہ لکھے اور بعض سوال و جواب علی سبیل الاختصار اور سوا اسکے بعض امور دیگر بھی وہی رئیس مہتمم قلمبند کرتے جاتے تھے۔ منجملہ شرائط مناظرہ کے یہ امور تھے کہ ہر ایک فریق اپنا وعظ در بارہ حقیت اپنے مذہب کے کھڑا ہوکر بیان کرے بعدہ فریق ثانی اُسپر اعتراضات کرے۔ اور مدت مناظرہ پہلے سے دو روز مقرر تھی مگر شروع مناظرہ سے گھڑی دو گھڑی پیشتر بوجہ اصرار مولوی محمد قاسم صاحب پادری صاحب نے بشرط تسلیم منشی پیارے لال تین روز کے مناظرہ کا وعدہ

کر لیا تھا اور مدت وعظ کی ۱۵ منٹ اور سوال وجواب کی ۱۰ منٹ قرار پائی اور جب تک کہ ایک شخص
اپنی تقریر پوری کرکے بیٹھ نہ جائے تب تک دوسرا شخص اُسکے کلام کی تردید یا تائید نہ کرے۔ اگرچہ اس امر
میں مولوی محمد قاسم صاحب نے بہت چاہا کہ مدت وعظ اور بڑھادی جاوے اور یہ بھی فرمایا کہ اتنے عرصہ
میں حقیقت مذہب کما حقہ ثابت نہو سکیگی۔ مگر عیسائیوں نے نہ مانا۔ اور اگرچہ بظاہر مناظرہ کرنے والے تین
فریق قرار پائے تھے۔ مسلمان۔ عیسائی۔ ہندو۔ مگر درحقیقت اصل گفتگو مسلمان اور عیسائیوں میں تھی۔
قصہ مختصر اول منشی پیارے لال صاحب کبیر پنتھی جو بانی مبانی جلسہ تھے کھڑے ہوئے اور ایک تحریر
پڑھی جسکا خلاصہ یہ تھا کہ میاں کبیر نے کنول کے پھول میں جنم لیا اور اُنکے پنتھ میں جاگتے سوتے برابر
سانس چلتا رہتا ہے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہر دم ذکر خدا رہتا ہے اسپر اہل اسلام کی طرف سے اول تو
مولوی طاہر صاحب عرف موتی میاں رئیس اعظم شاہجہاں پور نے جو منشی جلسہ بھی تھے یہ پوچھا کہ کنول
کے پھول سے آپکی کیا مراد ہے اُسکے جواب میں شاید انہوں نے یہی کہا کہ یہی پھول ہوتا ہے۔ اُسکے بعد
مولوی نعمان خاں صاحب نے یہ ارشاد فرمایا کہ امور باطنہ سے فضلیت مذہب پر استدلال نہیں ہو سکتا
یعنی طالب حق کو کیونکر معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پنتھ میں یہ بات ہے اور آپ کیونکر انکار کرسکتے ہیں
کہ اوروں میں یہ بات نہیں سوا ان دونوں صاحب کے منشی صاحب کی تقریر کو کسی نے اہل اسلام
میں سے قابل التفات نہیں سمجھا نہ دعوے مسموع ہونے کے قابل نہ دلیل سننے کے لائق اور نہ یہ یاد
پڑتا ہے کہ کوئی پادری اُن سے اُلجھا ہو۔ ہاں بعض ہنود جو اور پنتھ کے تھے منشی صاحب سے کچھ اُلجھتے
رہے جسکا حاصل طرفین سے بجز سامعہ خراشی اور کچھ نہ تھا سو تھوڑی دیر کے بعد اس قصے سے تو
فراغت ہوئے اور اُسکے بعد بڑے پادری صاحب کھڑے ہوئے نام اُنکا بعض اشخاص پادری
نول صاحب اور بعض پادری نولس صاحب بتلاتے تھے قوم سے انگریز تھے۔ غرض پادری صاحب
نے کھڑے ہوکر اپنے مذہب کی حقیت اور انجیل کے حق ہونے میں ایک تقریر طویل بیان کی حاصل
اُس تقریر کا اپنی یاد کے موافق یہ ہے کہ خدا ایک اُسکا دین بھی ایک ہی ہونا چاہیئے اسلئے یہ ضرور
ہے کہ وہ دین سب کو پہنچایا جائے اور اُسکے قوانین اور احکام سب کو تعلیم کئے جائیں کیونکہ احکام

سلطانی اُسکے تمام قلمرو میں جاری کئے جاتے ہیں اشتہار ہر گلی کوچہ تھانہ چوکی میں لٹکائے جاتے ہیں
اور منادی والے ہر کسی کو سناتے ہیں مگر ادھر دیکھتے ہیں تو سوا انجیل و کتب مقدسہ اس طرح
کی اشاعت کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی کہ سب کو پہنچائی گئی ہو دو سو ڈھائی سو زبانوں میں
اسکا ترجمہ ہو چکا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورۃ میں ہر کسی کو اُسکے سمجھ لینے کی گنجائش ہے علاوہ بریں
ہمارے مذہب میں مثل محمدیاں بزور شمشیر کسی کو اپنے دین میں شامل نہیں کرتے بلکہ پیار سے
محبت سے لطف سے نرمی سے نرم کرکے اپنی طرف کھینچتے ہیں حاصل تقریر پادری صاحب تو ہو چکا۔
اسکے بعد کی سُنیے پادری صاحب تو بیٹھے اور مولوی نعمان خاں صاحب ابن لقمان خاں صاحب
قندھاری جو کبھی عہد دولت لکھنؤ میں سرکار لکھنؤ کے سواروں میں نوکر تھے اور بالفعل ازامام میں
رہتے ہیں کھڑے ہوئے عمر کو دیکھئے تو ساٹھ ستر کے بیچ باتوں کو سُنئے تو نوجوان مقطعی میں جو نول
کو بھی مات کریں شدت سے ظریف ہیں۔ تحصیل آدھی گلستاں پر شب و روز بجز رد نصاری اور
کام نہیں اپنے آپ کو وکیل سرکار ابد قرار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلاتے ہیں اور یہی عبارت
اُنکی مہر میں کندہ ہے اُنکی تصانیف در باب رد نصاری سُنی تقریر کی دلچسپی کا کیا عرض کیا جائے
ایک قطعہ بعض تصانیف کے اول میں اُنہوں نے لکھا ہے اُسکے دو شعر یاد ہیں ✣ قطعہ

در فیض محمدؐ وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے
معاذ اللہ فرزندِ خدا کہتے ہو عیسےٰ کو۔
تو دادا کون ہے اُنکا بتائے جسکا جی چاہے

یہی دو شعر اُنکی لیاقت اور طرز تقریر اور انداز ظرافت کے بیان کے لئے کافی ہیں۔ القصہ خاں صاحب
وکیل سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور ایک دو ورقہ چھپا ہوا جو غالباً شمس الاخبار
کا پرچہ تھا نکالا اور جھوم جھوم کر پڑھنا شروع کیا حاصل اُنکی تقریر کا جسقدر یاد ہے یہ ہے کہ
پادری ہنری نارمن صاحب جنکی خوش بیانی کی واعظان نصاری میں دھوم تھی بتوفیق یزدانی
مسلمان ہو گئے اور مشرف باسلام ہو کر امریکا میں تشریف لے گئے اور بجائے انجیل اب قرآن کی
منادی کرتے ہیں (غرض قرآن شریف بھی تمام عالم میں شائع ہو گیا۔ انجیل ہی کی کیا خصوصیت ہے)

دوسری ایک اور محقق انگریز کا ذکر کیا تھا جنکا نام و نشان مجکو یاد نہیں اغلب یہ ہے کہ ہوتوٹی بیلی صاحب ہونگے کے حوالہ سے بیان کیا کہ فلانے واقعہ میں انجیل عالم سے نیست و نابود ہو گئی (یعنی در صورت گم گشتگی انجیل کیونکر کہہ دیجے کہ یہ ترجمے اُسی کے ہیں ہاں یہ بات قرآن شریف میں پائی جاتی ہے کہ اصل بجنسہ آجتک موجود پھر اُسپر جسقدر اہل اسلام عالم میں پھیلے ہوئے ہیں اسقدر کسی دین والے عالم میں اس طرح سے پھیلے ہوئے نہونگے اسلئے اگر یوں کہئے تو بجا ہے کہ چار سو میں قرآن شریف کی اشاعت ہو گئی قرآن شریف تمام اہل اسلام کے پاس بکثرت ہر جگہ اُسکے سمجھنے والے اور سمجھانے والے موجود اشاعت عام اسے کہتے ہیں فقط ترجموں کی کثرت سے کیا ہوتا ہے) پادری نولس صاحب نے اسکے جواب میں فرمایا کہ پادری ہنری ناٹن اگر مسلمان ہو گئے تو کیا ہوا اور سب انگلستان والے عیسائی ہیں اور جس شخص نے انجیل کے گم ہو جانے کا دعوے کیا ہے وہ ایک شخص ملحد بے دین ہے اُسکا قول ہمارے نزدیک مسلم نہیں مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا تم اس واقعہ کو تسلیم نہیں کرتے پادری صاحب نے فرمایا ہم تسلیم نہیں کرتے) لیکن ارباب فہم کو معلوم ہوگا کہ تاریخ مشار الیہ کا پادری صاحب کے نزدیک غلط ہونا گو پادری صاحب کے حق میں دربارہ بربادی دین عیسوی مسکت نہو سکی چنانچہ اسی لئے مولانا نے یہ فرمایا کہ اگر آپ کے نزدیک یہ خبر غلط ہے تو آپ پر اعتراض گم گشتگی انجیل واقع نہیں ہو سکتا مگر اس میں بھی اہل فہم کو شک نہوگا کہ دعویٰ حقیت انجیل و حقانیت دین عیسوی کا ثبوت ابھی معلوم پادری صاحب کا جب یہ دعوی ہو کہ انجیل کتاب آسمانی ہے اور اُسکے ثبوت میں تقریر مذکور پیش کی جائے تو پھر بے شک یہ خبر سامع کے حق میں کم سے کم موجب تردد ہو گی پادری صاحب کے پاس کیا دلیل ہے کہ ہم صحیح کہتے ہیں اور مورخ مذکور غلط کہتا ہے بلکہ شہرہ انصاف و تحقیق مورخان یورپ خصوصاً انگلستان اس خبر کی صداقت کا بہت بڑا قرینہ ہے اور مسلمانوں کو دعوی تحریف کے لئے جسپر خوبی مضامین مندرجہ میلہ[۵] شاہد ہے یہ خبر منجملہ مزید براں ہے اسکے بعد مولوی میر احمد حسن صاحب اُٹھے اور یہ فرمایا کہ اگر کتاب آسمانی اور دین آسمانی کیلئے یہ ضرور ہے کہ تمام عالم میں شائع ہوا کرے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ قول غلط ہوگا کہ میں فقط

بنی اسرائیل کے گم شدہ بھیڑیوں کے لئے آیا ہوں پادری صاحب اسکے جواب میں معقول کی
طرف دوڑے اور ایسی نامعقول بات فرمائی کہ اُس سے سکوت ہی فرماتے تو بہتر تھا فرمانے لگے
ہاں یہ سچ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاص بنی اسرائیل ہی کے لئے آئے تھے مگر جہاں خاص
ہوتا ہے وہاں عام بھی ہوتا ہے اور ہاتھ کی لکڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے دیکھو یہ لکڑی ہے
اور لاٹھی بھی ہے۔ لکڑی عام ہے اور لاٹھی خاص اور اسی کی تائید میں ایک دیسی پادری صاحب
بیٹھے بیٹھے بولے۔ یہ بات تو شرح تہذیب میں بھی لکھی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ آپ کی
تہذیب دانی بھی اب کوئی دم میں معلوم ہوئی جاتی ہے۔ اہل فہم کو دعوے اور دلیل کے انطباق ہی
سے یہ بات تو واضح ہو گئی ہوگی کہ پادری صاحب کو کچھ جواب نہ آیا اور اس بات کے لئے جواب کی حاجت
نتھی مگر تسپر بھی مولوی احمد علی صاحب ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہانپور کھڑے ہوئے اور
یہ فرمایا کہ عام و خاص میں اگر تلازم وجودی ہے تو کیا ہوا عام و خاص کے احکام جدے جدے
ہوتے ہیں۔ انسان عام ہے اُسکے احکام اور ہیں۔ زید خاص اُسکے احکام اور ہیں۔ (یعنی افراد
انسانی میں سے کوئی مومن ہے، کوئی کافر ہے کوئی محمدی ہے کوئی نصرانی کوئی خوش اخلاق ہے
کوئی بد اخلاق کوئی مرد ہے، کوئی عورت کوئی نیک ہے کوئی بد کوئی مرد میدان ہے کوئی نامرد کوئی
سخی ہے کوئی بخیل۔ ایک کے مومن یا کافر یا محمدی یا نصرانی ہونے سے سارے انسان مومن یا
کافر یا محمدی یا نصرانی نہیں ہو سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس اور سمجھ لیجے اگر عام خاص کے احکام ایک ہی
ہوا کرتے تو سب افراد انسانی ساری باتوں میں ایک ہی سی ہوتی) اسکے بعد جناب مولوی سید ابو المنصور
صاحب جو واقعی امام فن مناظرہ اہل کتاب ہیں اور رد نصاریٰ میں اپنا نظیر نہیں رکھتے کھڑے
ہوئے اور یہ فرمایا کہ اگر ترجموں کی کثرت بقدر مذکور انجیل کے آسمانی کتاب ہونے کی دلیل ہے تو یوں
کہو اٹھارویں صدی سے پہلے پہلے انجیل کتاب آسمانی نہ تھی اٹھارویں صدی میں یہ شرف انجیل
کو میسر ہوا کیونکہ اٹھارویں صدی میں ترجموں کی کثرت ہوئی ہے اور اگر اسپر بھی اول ہی سے
انجیل کتاب آسمانی ہے تو یہ بات ہر کتاب کی نسبت اُسکی اٹھارویں صدی میں متصور ہے۔

اسکے جواب میں پادری صاحب نے بجز اسکے اور کچھ نہ فرمایا کہ ہاں ترجموں کی کثرت تو اٹھارویں صدی ہی میں ہوئی ہے پر اٹھارویں صدی سے پیشتر بھی آخر کسی قدر ترجمے تھے ہی۔ سو یہ جواب کیا ہے اعتراض کی صحت کا اقرار ہے۔ اسکے بعد مرزا موحد صاحب جالندھری جو ایک مرد مہذب ہیں اور فن مناظرہ اہل کتاب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں کھڑے ہوئے اور پادری صاحب سے یہ پوچھا کہ انجیل کی اشاعت جسکا آپ نے دعویٰ کیا ہے اُس سے کونسی اشاعت مراد ہے روحانی یا جسمانی شاید یہ غرض ہوگی کہ اگر اشاعت جسمانی مراد ہے تو وہ تمہارے نزدیک مسلم نہیں۔ موافق خیالات پادریاں حضرت عیسی علیہ السلام کے دین میں احکام جسمانی کا پتا ہی نہیں اور اگر اشاعت روحانی مراد ہے تو اسکا بھی نصرانیوں میں کہیں نشان نہیں اگر عیسائیوں میں حضرت عیسی علیہ السلام کا روحانی اتباع ہوتا تو موافق ارشادات عیسوی عیسائی ضرور اُس قسم کے کام کر سکتے جو حضرت عیسی علیہ السلام کر سکتے تھے۔ پادری صاحب نے ایسا یاد پڑتا ہے کہ اشاعت روحانی کا اقرار کیا پھر یاد نہیں مرزا موحد صاحب نے کیا فرمایا۔ اسکے بعد اہل اسلام کے وعظ کی نوبت آئی۔ اس کام کو اور صاحبوں نے مولوی محمد قاسم صاحب کے سپرد کیا گو بوجوہ چند مولوی صاحب کا ارادہ نہ تھا کہ خود کچھ کلام کیجے مگر جب سب نے یہی کہا تو کھڑے ہوکر اوّل خدا کی تعریف اور اپنے عجز و نیاز کے مضامین اور کلمۂ شہادت جو اکثر اہل اسلام کے خطبوں کے شروع میں ہوا کرتے ہیں بیان فرمائے۔ اُسکے بعد ایک تقریر بیان فرمائی جسکا حاصل یہ تھا کہ مذہب کی بھلائی بُرائی حقانیت بطلان عقائد کی بھلائی بُرائی حقانیت بطلان پر موقوف ہے احکام کی بھلائی بُرائی کو اُس میں دخل نہیں کیونکہ بحیثیت حکومت حاکم کو ہر قسم کے احکام کا اختیار ہوتا ہے اگر ہر قسم کے احکام کا اختیار نہ ہوا کرے یعنی ہر قسم کے احکام اُس سے بمقابلۂ رعیت و محکومیں صادر نہ ہو سکیں تو وہ حاکم نہیں محکوم ہے بُرے احکام کی تخصیص بحیثیت عدل و انصاف و رحمت و فضل و متانت و حکومت وغیرہ اوصاف جلیلہ ہوتی ہے بنظر حکومت نہیں ہوتی اور ظاہر ہے کہ بنا ء معبودیت فقط حکومت پر ہے عبادت اطاعت اور نیاز قلبی کو

کہتے ہیں۔ بشرطیکہ اُسکے سامنے ہو جسکو اپنے اعتقاد میں ہر طرح سے مختار اور اوروں کو اُسکے سامنے محض بے اختیار سمجھے سو ظاہر ہے کہ اسی کو حکومت کہتے ہیں۔ غرض منشاء معبودیت معبود حقیقی اُسکی وہ حکومت عالیہ ہے جسکے سبب وہ احکم الحاکمین کہلایا اس صورت میں اسکا تجسس کہ یہ حکم اچھا ہے یا برا ہے مقتضاء اخلاص عبادت نہیں گو اُسکا کوئی حکم مخالف رحمت و حکمت وغیرہ اوصاف مشارالیہا نہو اگر تجسس ضروری ہے تو اس بات کا تجسس ضروری ہے کہ یہ حکم خدا یتعالی کا حکم ہے کہ نہیں۔ یعنی یہ بات دیکھنی چاہئے کہ جس مدعی نبوت و رسالت کے وسیلہ سے یہ حکم ہم تک پہونچا ہے اس میں اخلاق و افعال پسندیدہ اور معجزات خارقہ پائے جاتے ہیں یا نہیں پھر اگر وقت ارشاد احکام ہمکو اُسکی زیارت میسر نہیں آئی تو جس روایت سے یہ احکام پہونچے وہ روایت معتبر اور مقرون بشرائط اعتبار ہے کہ نہیں علاوہ بریں احکام کی کوئی انتہا نہیں ہر ہر حکم کی تحقیق کیجے تو ایک زمانہ دراز چاہئے پندرہ منٹ کے عرصہ میں یہ بات متصور نہیں ہاں فقط عقائد پر اگر حقیت مذہب کو موقوف رکھا جائے تو بجا ہے کیونکہ اول تو عقیدہ ایک قسم کی خبر ہوتا ہے اگر صحیح عقیدہ ہے تو یوں کہو مطابق واقع ہے اور غلط ہے تو یوں کہو ایک جھوٹی بات ہے سو خدا کی حکومت اور اُسکا احکم الحاکمین ہونا اور وہ باتیں جو حکومت کو لازم ہیں اگر مسلم ہونگی تو اُسکا معبود ہونا بھی مسلم ہو گا ورنہ معبود ہونا ہی مسلم نہو گا جو بندوں کے ذمہ اطاعت لازم ہو پھر اُسپر عقائد ضرور یہ ہر مذہب میں دو چار ہی ہوتے ہیں ایسا لمبا چوڑا قصہ نہیں ہوتا جسکی تحقیق دشوار ہو مگر عقائد کی رو سے دیکھئے تو مذہب اسلام سارے مذہبوں سے عمدہ معلوم ہوتا ہے اہل اسلام کا پہلا عقیدہ جسپر بناء اسلام ہے یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسکے یہ معنی ہیں کہ سوا اللہ تعالے اور کوئی لائق عبادۃ نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے ہیں سو اول جملہ جسکا خلاصہ توحید ہے کسی ملت اور مذہب والوں کو اُس سے انکار نہیں زیادہ تر منکر توحید مشرک ہوتے ہیں اُن میں سب میں بڑھ کر تین فرقے ہیں ایک تو جاہلان عرب یعنی قبل بعثۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو لوگ عرب میں تھے دوسرے ہنود ملک ہند تیسرے عیسائی لوگ جاہلاں عرب کی سنئے باوجود کثرت شرک و بت پرستی خالق زمین و آسمان ایک خدا ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ قرآن شریف

میں اُنکے حال میں فرماتے ہیں۔ لئن سالتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ جسکے یہ معنی ہیں کہ
اگر تو اُن سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمینوں کو تو یوں ہی کہیں کہ اللہ نے اور ہنود کی
کیفیت پوچھیے تو اُنکو بھی ایسا ہی سمجھیے وہ گو بت پرست اور اوتاروں کے پوجنے والے ہیں پر جوتی سروپ
اور نرنکار ایک ہی کو کہتے ہیں۔ رہے نصرانی وہ اگرچہ شرک میں سب سے اول نمبر ہیں اور مشرک تو مشرک
صفات ہیں پر نصرانی مشرک ذات ہیں یعنی ذات کے مرتبہ میں تین خداؤں کے قائل ہیں لیکن
باایںہمہ توحید کو اُنہوں نے بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہمارے نزدیک حقیقت میں
تین خدا ہیں ایسے ہی وہ تینوں حقیقت میں بھی ایک ہی ہیں القصہ اس امر محال کو اختیار کیا کہ وحدت
بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو مگر پھر بھی توحید کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید سے
کسی کو انکار نہیں بلکہ اصل اصول سب کے نزدیک توحید ہی ہے اور جب توحید مسلم اور اصل ٹھیری تو پھر جو
باتیں مخالف توحید ہونگی وہ خود غلط ہونگی یعنی شرک اور بت پرستی اور کثرت معبودان اپنے آپ غلط ہونگی علاوہ
بریں عقل سلیم بھی اسپر شاہد ہے کہ معبود حقیقی ایک ہی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ تمام عالم وجود میں شریک ہے
ایک لفظ موجود سب پر بول سکتے ہیں اور سب کے وجود کو وجود ہی کہتے ہیں کچھ اور نہیں کہتے غرض ایک
چیز سب میں مشترک ہے پھر اُسپر عالم کا یہ حال ہے کہ اکثر موجودات قدیم نہیں حادث ہیں ایک زمانہ میں
موجود نہ تھے اور بعد وجود ایک زمانہ میں معدوم ہو جاتے ہیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن اشیاء
کا وجود ایسا ہے جیسا گرم پانی کی حرارت اور زمین کی روشنی یعنی ایک زمانہ میں پانی ٹھنڈا اور زمین
بے نور تھی اور بعد حرارت و نور پھر ایک زمانہ میں وہی ٹھنڈک اور اندھیرا ہے سو جیسے اس آمد و شد
حرارت و نور سے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حرارت و نور آب و زمین کے خانہ زاد نہیں کسی سے مستعار ہیں
جسکے یہ خانہ زاد ہیں اور اس پتے پر آخر آتش اور آفتاب کا سراغ نکل آتا ہے ایسا ہی بوجہ آمد و شد
وجود اشیاء حادثہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وجود انکا خانہ زاد نہیں کسی نے مستعار عنایت کیا ہے اُس میں
یہ وصف خانہ زاد ہی مستعار نہیں اور جو موجودات ایسے ہیں کہ ہمیشہ سے ایک حال پر چلے آتے ہیں
اور کسی نے آج تک اُنکا زمانہ عدم نہیں دیکھا جیسے زمین آسمان آفتاب قمر کواکب لوگوں بظاہر

اس تقریر سے اُنکے لئے کسی معطی وجود کا پتا نہیں لگتا پر غور سے دیکھئے تو وہاں بھی یہی بات عیاں ہے
وجہ اسکی یہ ہے کہ باوجود اشتراک وجود ہر ایک کی حقیقت کو ہر کوئی جدا سمجھتا ہے یہ نہ ہو تو ایک کو دوسرے
سے تمیز نہ کر سکتے اسلئے خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ وجود اور چیز ہے اور اشیاء مذکورہ کی حقیقت اور چیز ہے
اور ظاہر ہے کہ دو چیزوں کا جیسا اجتماع ممکن ہے ایسا ہی اُنکا افتراق بھی ممکن ہے اور جدائی ممکن ہوئی تو
پھر خانہ زادی کہاں ناچار ہو کر یہی کہنا پڑیگا کہ اُنکا وجود بھی مستعار ہے مگر چونکہ ہر مستعار چیز کے لئے
ایک ایسے دینے والے کی ضرورت ہے جسکے پاس کسی کی دی ہوئی نہو بلکہ اصلی ہو تو بالضرور وجود
مستعار کے لئے بھی کوئی دینے والا ہوگا یعنی وجود کے لئے کوئی موصوف اصلی ہوگا جو خود بخود موصوف
بالوجود یعنی موجود ہو سو وہی خدا ہے اور اُسی کو بے نیاز مطلق کہنا چاہئے اُسکو کسی کی حاجت نہیں
اور سب کو اُسکی حاجت ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس قسم کا موجود سوا ایک کے متصور نہیں وجہ اسکی
یہ ہے کہ جب وجود کی وحدت مانی گئی چنانچہ اوپر معروض ہو چکا تو موجود اصلی بھی یعنی جسکے حق میں
وصف وجود خانہ زاد ہو ایک ہی ہوگا علاوہ بریں وجود سے زیادہ کوئی عام نہیں اسلئے اس بات کا
اقرار ضروری ہے کہ وجود ایک امر غیر محدود ہے ورنہ محدود ہو تو اُسکے اوپر ضرور ایک مرتبہ نکلیگا۔
جسکی نسبت اسکو محدود کہیں اور وہ اس سے بھی زیادہ عام ہو مگر وجود غیر محدود ہوگا تو یہ معنی
ہونگے تمام مواقع وجود کو محیط ہے پھر اگر دوسرا بھی ایسا ہی ہو تو وہ کہاں جائے یہ بھی احتمال
نہیں کہ دو ہوں پر دونوں ملکر ایسی طرح شدید ہو جائیں جیسے دو چراغ کا نور ملکر زیادہ تر چمک کا
باعث ہو جاتا ہے کیونکہ موصوف اصلی سے زیادہ اور کوئی موصوف نہیں ہو سکتا نہ اُسکے وصف سے
زیادہ کسی کا وصف ہو سکے خاص کر وجود اصلی کیونکر اُس سے اوپر کوئی مرتبہ نہیں اسی وجہ سے
وہ غیر محدود ہوا ورنہ محدود ہوتا آخر یہ بھی ایک حد ہے کہ اس سے زیادہ شدید ہو سکتا ہے بالجملہ بروئے
دلیل عقلی بھی خدا کی وحدانیت ضروری التسلیم ہے اور جب عقل و نقل دونوں اس بات پر شاہد ہوں
کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے تو پھر اوروں کی عبادت ظلم عظیم ہوگا کیونکہ اسکا مستحق اس صورت میں
سوا اُسکے اور کوئی نہیں ہو سکتا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب کارخانۂ وجود سب اُسکی ذات

وحدانیت خداوندی

سے متعلق ہوا تو اُسکا دینا لینا اُسی کا کام ہوگا جیسے آفتاب ہے زمین کو نور عطا کرتا ہے اور وہی چھین لیتا ہے ایسے ہی خدا، وحدہ لاشریک لہ بھی وجود کا دینے لینے والا ہوگا اور ہر کسی کی ذات وصفات کا وجود اُسی کی عطا ہوگا اور ہر ایک کا عدم اسی کی طرف سے ضبطی وجود سمجھا جائیگا اور ظاہر ہے کہ اطاعت کا باعث یہی نفع کی امید یا نقصان کا اندیشہ ہوا کرتا ہے۔ نوکر اپنے آقا کی خدمت تنخواہ کی امید پر کرتا ہے اور رعیت اپنے حاکم کی اطاعت یا مظلوم ظالم کی تابعداری نقصان کے اندیشہ سے کیا کرتا ہے۔ خداوند عالم میں جب یہ دونوں قدرتیں بدرجۂ تمام موجود ہوں تو پھر اُسکی اطاعت نہ کی جاوے تو اور کسکی کی جاوے اور سوا اُسکے اسی طرح اور کسی کی اطاعت کی جائے تو کیوں کی جاوے اور کون ہے جسکو نفع یا نقصان کا اصل میں اختیار ہو یہ اختیار تو جب ہو جبکہ وجود خانہ زاد ہو ہاں اُسکے نائبوں کی تابعداری یعنی اُن لوگوں کی اطاعت جو اُسکے حکم سنانے میں خود اُسی کی اطاعت ہے وہ محض پیغام رساں ہیں اور سب احکام اسی کے ہیں اس صورت میں سوا خدا کے اوروں کی عبادت جیسے ہنود و نصاریٰ کرتے ہیں بالکل خلاف عقل و نقل ہوگی۔ اسکا مستحق سوا خدا یتعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا خاص کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور سری رام اور سری کرشن کو معبود کہنا یوں بھی عقل میں نہیں آسکتا کہ وہ کھانے پینے کے محتاج تھے پاخانہ پیشاب مرض اور موت سے مجبور تھے۔ خدا یتعالیٰ وہ ہوگا جو ہر طرح سے غنی اور بے نیاز ہو محتاج اور مجبور اور وہ بھی ایسی ایسی چیزوں کے سامنے جیسے پاخانہ پیشاب خدا نہیں ہو سکتا۔ اسپر پادری نولس صاحب اثناء تقریر مذکور میں کھڑے ہو کر مولوی صاحب سے فرمانے لگے۔ آپ پاخانہ پیشاب کا لفظ نہ فرمائیں مولوی صاحب نے کہا آپ کو احتمال توہین ہوا اگر اس لفظ میں ایما، توہین ہوتا تو ہم ہرگز نہ کہتے۔ حضرت عیسیٰ کی توہین بھی ہمارے نزدیک مثل توہین حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم موجب کفر و ارتداد ہے۔ مولوی محمد طاہر عرف موتی میاں صاحب نے فرمایا آپ پاخانہ پیشاب نہ کہیئے بول و براز کہیئے۔ مولوی صاحب نے فرمایا بہتر یوں ہی سہی۔ خیر مولوی صاحب نے فرمایا جو ایسا محتاج و مجبور ہو اُس میں خدائی کجا تسپر نصاریٰ کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ تین ہو کر پھر ایک ہے

ایسا ظاہر البطلان ہے کہ کسی عاقل کی عقل اسکو تجویز نہیں کر سکتی یہاں تک کہ خود نصاری بھی بروے عقل اوروں ہی کے ہمصفیر ہیں اگر کہتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ منجملہ اسرار خداوندی ہے ہماری عقول ناقصہ میں نہیں آسکتا مگر جب یہ معلوم ہوگیا کہ مستحق عبادت بجز خداوند وحدہ لا شریک لہ اور کوئی نہیں تو اَور سنئے عبادت بمعنی اطاعت ہے اور اطاعت دوسروں کی رضا کے موافق کام کرنے کو کہتے ہیں پر دوسرے کی رضا عدم رضا بے اُسکے بتلائے معلوم نہیں ہوسکتی اگر وہ خود کسی طرح اظہار نہ کرے تو پھر اُسکے ظہور کی کوئی صورت نہیں ہم باوجودیکہ جسمانی ہیں کثافت ہماری ذات کے ساتھ ہے ہمارا مافی الضمیر اور ہماری رضا غیر رضا کی بات توبے ہمارے اظہار کے ہو ہی نہیں سکتی خواہ سینے سے سینہ ملادیں خواہ دل کو چیر کر دکھلادیں خداوند عالم جو لطیف اور خبیر ہے اُسکے مافی الضمیر اور اُسکے دل کی بات کو بے اُسکے بتلائے کوئی کیا جانے۔ غرض اطاعت خداوندی کے لئے اسکی ضرورت ہے کہ وہ خود اپنے احکام سے مطلع فرمائے عقل نارسا سے اس بات میں کام نہیں چل سکتا کیونکہ اگر بالفرض ہزار باتوں میں سے کسی ایک بات کی بھلائی بُرائی ہزاروں میں سے کسی ایک دو کو معلوم بھی ہوجائے تو کیا ہوا اُسکی خودمختاری سے یہ کیا بعید ہے کہ وہ اپنے احکام میں ان باتوں کا پابند نہ ہے اگر کسی بات کی تخصیص بوجہ کسی مجبوری کے ہے تو حاکم نہیں محکوم ہے اور محکوم کی خدائی اور معبودیت معلوم اور مجبور نہیں تو اختیار تغیر و تبدل احکام ضروری ہوگا جس سے حسن و قبح کی پابندی نہ رہیگی بالجملہ درباره احکام انتظار اظہار خداوندی ضرور ہے مگر جب سلاطین دنیا اپنے احکام بذات خود ہر مکان و ہر دوکان پر جاکر ہر کسی کو نہیں سناتے وہ خداوند احکم الحاکمین جسکی شوکت اور حکومت کے سامنے سلاطین دنیا کی حکومت اور شوکت کو کچھ نسبت ہی نہیں کیونکر ہر کسی سے کہتا پھریگا۔ جیسے بادشاہانِ دنیا اپنے مقربوں سے اپنے احکام کہا کرتے ہیں اور وہ اوروں کو پہونچادیا کرتے ہیں خداوند کریم بھی اپنے احکام اپنے مقربوں کے ذریعہ سے اوروں کو پہونچائیگا۔ مگر جیسے یہاں کے بادشاہوں کے مقرب وہی ہوتے ہیں جو بادشاہوں کی موافق مرضی اور خیر خواہ ہوتے ہیں اور بجز اطاعت بوے سرتابی بھی اُن میں نہیں ہوتی ورنہ مقرب نہ رہیں معتوب ہوجائیں ایسے ہی خداتعالی کے مقرب

دلائل ضرورت نبوت و خواص انبیاء

بھی وہی ہو سکتے ہیں جو سراپا اطاعت ہوں اور شائبہ انحراف بھی اُن میں نہ ہو اتنا فرق ہے کہ
بادشاہاں دنیا کو موافق مرضی اور خیر خواہ اور سراپا اطاعت وغیرہ کے سمجھنے میں غلطی بھی ہو جاتی
ہے اسلئے عزل ونصب وعتاب وعنایت ہوتی رہتی ہیں اور خداوند علیم خبیر سے کسی بات کے
سمجھنے میں غلطی نہیں ہو سکتی ورنہ اُسکے علم کو در بارہ توضیح حقیقت ایسا کہنا پڑیگا جیسا قمر وکواکب
کے نور سے بوجہ نقصان بہت باریک چیزیں اور باریک فرق محسوس نہیں ہوتے اور ظاہر ہے کہ
جسکا وجود کامل ہو اُسکی کسی بات میں نقصان متصور نہیں ورنہ وجود میں نقصان لازم آئیگا مگر
جب اُسکا علم کامل ہوا اور اس وجہ سے اُسکو کسی کے موافق مرضی اور ظاہر وباطن مطیع سمجھنے میں غلطی
ممکن الوقوع نہوئی تو جن کو اُس نے اپنا مقرب بنایا ہوگا اُنکا معزول ہونا اور اپنے عہدۂ احکام رسانی
سے موقوف ہو جانا بھی خلاف عقل ہوگا۔ الحاصل انبیا میں کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو ناپسندیدۂ
خداوندی ہو اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں اُنکے تمام اخلاق کا حمیدہ ہونا اور تمام قوائے علمیہ کا گزیدہ
ہونا لازم آئیگا جس سے اُنکی معصومیت کا اقرار کرنا پڑیگا کیونکہ جب بُری صفت ہی نہیں اور فہم کامل ہے
یعنی قوۃ علمیہ اچھی ہے تو پھر اعمال ناشائستہ کے صادر ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہر فعل کے صادر ہونے کے
لئے ایک قوۃ یعنی ایک صفت کی ضرورت ہے دیکھنے کے لئے بینائی چاہئے سُننے کے لئے شنوائی چاہئے
ایسے ہی اچھے اعمال کے لئے اچھی صفت کی ضرورت ہے اور بُرے کے لئے بُری صفت کی حاجت جب بُری
صفات سے وہ لوگ مبرا ہوئے تو بُرے افعال سے بدرجہ اولی معصوم ہونگے مگر جب سراپا اطاعت یعنی ہر طرح
سے محکوم ہوئے تو پھر اُنکو یہ اختیار نہوگا کہ اپنے طور پر جسے چاہیں بخشدیں جسے چاہیں عذاب دینے لگیں یہ
اختیار ہو تو محکوم نہ رہیں حاکم ہو جائیں ہاں یہ بات البتہ متصور ہے کہ وہ کسیکے لئے دعا کسیکے لئے بد دعا کریں۔
کسی کے حق میں کلمۃ الخیر کسی کے حق میں بُرا کلمہ کہیں مگر جب وہ ہر طرح سے مقدس مانے گئے تو وہ اپنے خیرخواہوں کے
خیرخواہ ہی بنیں گے بدخواہ نہونگے کلمۃ الخیر ہی کہینگے کوئی بُرا کلمہ نہ کہینگے سو اسی کو ہم شفاعت کہتے ہیں القصہ رسولوں اور
پیغمبروں کی شفاعت ممکن ہے پر حضرت عیسیٰ کا کفارہ ہو جانا ممکن نہیں یعنی یہ بات جو عیسائیوں کے اعتقاد میں جمی
ہوئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امتیوں کی طرف سے ملعون خدا ہوئے نعوذ باللہ اور تین دن تک اُنکی عوض جہنم میں رہے

ہر گز قرین عقل نہیں کیونکہ محبوب میں وہ جو محبت اور عدو میں سبب عداوت چاہیئے مرحوم میں باعث رحمت اور ملعون
میں موجب لعنت ضرور ہی یہ نہیں ہو سکتا کہ حسن تو کسی میں نظر آئے اور محبوب کسی کو بنائے اطاعت تو کسی میں نظر
آئے اور رحمت کسی اور پر کریں یعنی خوش کسی اور سے ہو جائیں بدمنظر تو کوئی اور ہو اور نفرت اور ہیبت اُس سے
ہو جس میں حسن خداداد نظر آئے اور ناخوشی کی باتیں تو کوئی اور کرے اور لعنت اُسپر ہو یعنی ناخوش اُس سے
ہو جائیں جو ہر طرح سے مطیع ہو سو یہی ہمارا عقیدہ ہے کہ کوئی کسی کی اطاعت کا مستحق نہیں اور کوئی کسی کے
گناہ کا مجرم نہیں۔ القصہ اعتقاد کثرت معبودان اور اعتقاد کفارہ دونوں مخالف عقل ہیں اور دونوں
سراسر باطل ہیں پھر اسپر کثرت معبودوں کے ساتھ وحدت کا اعتقاد تو کسی کے نزدیک قابل تسلیم نہیں
چھوٹے سے لیکر بڑے تک اور بوڑھے سے لیکر جوان اور لڑکے تک اہل عقل کامل العقل ہوں یا ناقص العقل
یہاں تک کہ خود نصاریٰ بھی بروے عقل وحدت اور کثرت حقیقی کا اجتماع منجملہ محالات سمجھتے ہیں ہر عاقل
کی عقل کو بے دلیل یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے اور جو بات عقل کو بے دلیل غلط معلوم ہوتی ہو یعنے اُسکے
غلط سمجھنے میں عقل کو دلیل کی حاجت نہ ہو دلیل کا بیچ میں واسطہ نہ ہو تو پھر اُسکے اثبات کی ایک کیا ہزار
دلیلیں بھی ہوں تو کیا ہو ہرگز مثبت مدعا نہیں ہو سکتیں اور ہوں تو کیونکر ہوں شنیدہ کے بود مانند دیدہ
جو بات بے واسطہ غلط نظر آئے وہ مثل دیدہ ہے اور جو بات بروے دلیل صحیح کہی جائے وہ مثل شنیدہ
ہے اور اسکی ایسی مثال ہے جیسے قریب غروب کوئی عالم فاضل ریاضی داں اپنے فنون میں یکتاے
روزگار بوسیلہ جیبی گھڑی یوں کہے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ایک جاہل کندہ ناتراشیدہ کہیں
اونچے پر کھڑا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ آفتاب کا کنارا ہنوز باہر ہے تو جیسی یہ شخص باوجودیکہ اپنی
جہل اور اُسکے علم و فضل کا معتقد ہو اور گھڑیوں سے اوقات شناسی اور اُنکی غلطی اور صحت
کو نجانتا ہو پھر بھی اپنے مشاہدہ کے سامنے اُس عالم کے قول مدلل کو نہیں مانتا اور ایک عالم کا
کیا ہزار عالم بھی ملکر بوسیلہ جیبی گھڑی غروب کا دعوے کریں تب بھی سب کو غلط کہتا ہے۔
ایسے ہی عقل حقیقت میں اپنے اس علم کے سامنے جو بے واسطہ بمنزلہ مشاہدہ ایسے مضامین
کے محال ہونے کی نسبت حاصل ہے اُن مضامین کو جو بوسیلہ ذہن میں آئیں اگرچہ بڑے بڑے

دانشمند اُس طرف ہوں غلط سمجھے گی۔ غرض جیسے وہ شخص گھڑی کی بات کو غلط سمجھتا ہے اور
اور خود گھڑی کی نسبت کہتا ہے ہو نہ ہو یہی غلط ہے میرا مشاہدہ غلط نہیں گو یہ نہ جانے گھڑی
میں کیا غلطی ہے اور کہاں نقصان ہے ایسے ہی عقل عام و خاص اپنے مشاہدہ استحالہ کے سامنے
انجیل کے دعوے تثلیث کو اگر بالفرض اسکے کسی ایسے فقرہ سے نکلتا ہو جس میں احتمال الحاق
بھی نہ ہو چہ جائیکہ یقین الحاق ہرگز قبول نہ کریگی بلکہ خود انجیل ہی کو غلط کہے گی اور یہ کہے گی کہ
ہو نہ ہو اس میں غلطی ہے گو یہ نہ جانے کہ کہاں کہاں غلطی ہے ہاں بعض مضامین ایسے ہوتے
ہیں کہ استحالہ تو معلوم نہ ہو پر اُنکی حقیقت بھی کچھ معلوم نہ ہو بلکہ اُنکی حقیقت میں حیران ہو
مولوی محمد قاسم صاحب اس قسم کی تقریر فرما رہے تھے جو پادری صاحب نے اطلاع کی کہ
پندرہ منٹ ہو چکے۔ تقریر مذکور کے ناتمام رہ جانے کا اہل اسلام کو افسوس رہا۔ مولوی صاحب
کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کو محالات اور متشابہات میں فرق بتلانا منظور تھا کیونکہ متشابہات
تو مثل ذات و صفات خداوندی اور ارواح بنی آدم وغیرہ معلوم الوجود مجہول الکیفیت ہوتی
ہیں عقل کو ان سب کے حقائق کے دریافت کرنے میں حیرت ہوتی ہے اور محالات کے علم میں
حیرت نہیں ہوتی بلکہ علم عدم اور علم استحالہ ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ علم عدم اور عدم علم میں
زمین آسمان کا فرق ہے حاصل تقریر مولوی صاحب تو ہو چکا۔ آگے سُنئے مولوی صاحب تو بیٹھے
اور پادری صاحب اُٹھے یہ فرمایا کہ مولوی صاحب نے اپنے مذہب کے فضائل کچھ بیان نہ فرمائے
ہمارے مذہب پر اعتراض کر دیئے۔ غرض اعتراض کیا تو یہ کیا مضامین پر کچھ اعتراض نہ ہو سکا
اسکے جواب میں مولوی صاحب کے اُٹھنے کی تو نوبت نہ آئی جناب مولوی احمد علی صاحب
ساکن نگینہ وکیل عدالت شاہجہانپور کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا یہ عین اپنے مذہب کی فضیلت
ہے کہ اور مذہبوں میں یہ یہ عیب ہیں اور ہمارے مذہب میں ان عیوب میں سے ایک بھی نہیں
اسکے بعد بعض دیسی پادریوں نے کھڑے ہو ہو کر سب اہل جلسہ کے کان کھائے۔ منجملہ پادریان
مذکور مولاداد خاں نام ایک پادری نے ایک مہمل تقریر جس سے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم

کی نسبت گستاخی ٹپکتی تھی شروع کی آور یہ نہ کرتا تو اور کیا کرتا۔ پادریوں کا قاعدہ ہے کہ مسلمانوں سے
دامن چھڑانے کو گستاخانہ پیش آتے ہیں۔ مسلمان چونکہ ایسی باتوں سے گھبراتے ہیں اور جواب کی یہ ترکی
دے نہیں سکتے حضرت عیسی علیہ السلام اور حواریین اور انبیاء سابقین علیہم و علی نبینا الصلوۃ والسلام
اگر انکے نزدیک بُرے ہوتے تو اس چال چل سکتے ناچار ہو کر زبان کا جواب ہاتھ سے دینے کو تیار ہوتے
ہیں جس سے پادریوں کو اس بات کا موقع مل جاتا ہے کہ مسلمانوں کو جواب نہیں آتا لڑنے کو دوڑتے
ہیں یا خاموش ہو کر طرح دیتے ہیں جس سے پادریوں کا کام بن جاتا ہے۔ غرض انصاف کو بغل میں مار
خوف خدا کو طاق میں رکھ بے ادبانہ پیش آتے ہیں۔ سو مولی داد خاں مذکور بھی اسی چال چلے نقل کفر
کفر نباشد یہ سمجھکر بدشواری حاصل تقریر مولا داد خاں مذکور لکھتا ہوں ورنہ زبان کو ہلاتا ہوں تو ہلتی
نہیں قلم کو اُٹھاتا ہوں تو اُٹھتا نہیں۔ اُس تقریر ناپاک کا حاصل یہ تھا جیسے مسلمانوں کے نبی نے
دعوے کیا بھنگیوں کا لال گرو بھی ایسا ہی کہتا تھا اور حضرت عیسی علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ میرے
بعد جو آئیں گے چور اور بٹ مار ہونگے یعنی اس سے یہ معلوم ہوتا ہے بعد عیسی علیہ السلام کوئی ہادی
نہ آئیگا جناب امام فن مناظرۂ اہل کتاب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے اسکے جواب میں یہ فرمایا
واہ پادری صاحب ساری عمر انجیل پڑھی پھر بھی یہ خبر نہیں کہ انجیل میں کیا ہے انجیل میں تو نہیں
جو میرے بعد آئینگے چور اور بٹ مار ہونگے بلکہ انجیل میں یوں ہے جو مجھسے پیشتر آئے وہ چور اور بٹ مار
تھے۔ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اچھا انجیل منگاؤ
اُسپر پادری نولس صاحب نے فرمایا بھائی سے غلطی ہوئی مولوی صاحب صحیح فرماتے ہیں۔ مگر جس
لفظ کا یہ ترجمہ ہے وہ بمنزلہ مضارع دو معنی کے لئے آتا ہے پیشتر اور بعد دونوں اُسکے معنی ہوتے ہیں
جناب مولوی سید ابو المنصور صاحب نے فرمایا اصل لفظ عبری اگر دونوں معنوں کے لئے ہے
تو کیا ہوا لفظ پیشتر تو دونوں معنوں کے لئے نہیں۔ غرض بالفرض اگر اصل لفظ دونوں معنوں
کے لئے موضوع بھی ہو تو کیا فائدہ پیشتر کے لفظ سے ترجمہ کرنا خود اس بات پر شاہد ہے کہ بدلیل
سیاق و سباق بعد مراد نہیں پیشتر مراد ہے اسپر پادری مولا داد خاں مذکور نے ایسی مونہہ کی کھائی

کہ پھر سر نہ اُٹھایا اور تا اختتام مناظرہ پھر لب نہ ہلائے باقی زجر و توبیخ کی بوچھاڑ اور نفع میں یہی مسلمانوں
نے کہا تو کہا ہنوز وہی برا بھلا کہتے تھے چنانچہ ایک ڈپٹی صاحب ہندو مذہب جنکا نام غالباً
اجودھیا پرشاد ہے کھڑے ہوئے اور اس مضمون کو دیر تک بیان کرتے رہے کہ کسی کے پیشواؤں کو برا
نہ کہنا چاہیئے۔ پادری صاحب یہ کہتے تھے بھائی کی یہ غرض نہ تھی کہ توہین کیجیے مگر اہل اسلام کو
درصورت تسلیم صحت معنی بعد بھی کچھ دشوار نہ تھی۔ اول حضرات حواریین چور اور بٹ مار بننے
جب کہیں کسی اور کی طرف دیکھنے کی نوبت آتی بہرحال لفظ پیشتر کہیے یا لفظ بعد پادریوں کو ہر طرح
دشواری ہے ایک صورت میں پہلے انبیاء کی نبوت کا انکار ہے اور ایک صورت میں حواریوں کی رسالت
کا انکار۔ القصہ جناب مولوی سید ابوالمنصور صاحب نے جب پادری مذکور کی غلطی پکڑلی اور
پادری نولس صاحب نے اُسکی تصدیق کی تو بایں نظر کہ پادری مولاداد خاں مذکور کی غرض اپنی
غلط بیانی سے ابطال نبوت حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ بیبل منظور تھا بذریعہ بیبل
ہی حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ثبوت میں کچھ چھیڑ چھاڑ ہوئی جناب مولوی
سید ابوالمنصور صاحب نے چند پیشین گوئیاں بہ نسبت نبوت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم
توریت میں سے نکالکر پیش کیں منجملہ اُنکے وہ پیشین گوئی بھی تھی جس میں حضرت موسی علیہ السلام کو
خطاب کرکے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ تیرے بھائیوں میں سے تجھ جیسا ایک نبی پیدا کرونگا اور اُسکے
منہ میں اپنے کلام ڈالوں گا اور اس پیشین گوئی کے بعد یہ فرمایا کہ فیما بین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس باتوں میں مماثلت ثابت کرسکتا ہوں اس روز تو سوا تقاریر
مرقومہ فیما بین اہل اسلام و نصاریٰ اور کوئی گفتگو قابل تحریر نہیں البتہ یہ بات قابل تحریر ہے کہ سوا
پادری نولس صاحب اور کوئی شخص لائق گفتگو عیسائیوں میں سے نہ تھا۔ اوروں کو تقریر کی نسبت
اگر یوں کہیے کہ قالب الفاظ میں بھی معانی ڈالنے کی نوبت نہ آئی تھی اور الفاظ ہی سے خانہ پری اوقات کرتے
تھے تو البتہ ایک عذر معقول ہے نو بجے سے یہ جلسہ شروع ہوا تھا۔ اور دو بجے یہ جلسہ برخاست ہوا اہل اسلام
نے اول نماز پڑھی پھر کھانا کھایا اور باہم ایک دوسرے کی تقریر کی خوبی کا ذکر ہوتا رہا اور افضال

خداوندی کو یاد کرکے اُن تقریروں کے مزے لیتے رہے اور شہر میں و اطراف میں یہ شہرت اُڑ گئی کہ
مسلمان غالب رہے چنانچہ اسی وجہ سے دوسرے دن اور بہت شائق آپہنچے۔ القصہ اُس روز
سب کو یہی ذکر و شغل تھا زبان و کان دونوں اسی قصہ و کہانی میں مصروف تھے مولوی محمد قاسم
صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ اب گونہ اطمینان حاصل ہو گیا مجمع پادریوں میں کوئی اس قابل نہیں
معلوم ہوتا کہ جس سے بظاہر کچھ اندیشہ خاطر پیدا ہو ہاں انکی بے انصافی سے تو دل افسردہ ہوتا ہے بعدہٗ
مولوی صاحب نے واعظین کو فرمایا کہ میلہ میں متفرق ہو کر وعظ بیان کرنا چاہئے۔ چنانچہ واعظین نے
جاکر (بجز مولوی منصور علی صاحب کے) علی الاعلان منادی اسلام و ابطال عیسائیت کو بیان
کرنا شروع کیا اور قبل مغرب تک تمام میلہ میں عجب کیفیت رہی اور عنایت ایزدی سے کوئی پادری
مقابل نہ ہوا۔ خدا معلوم کہاں جان چرائے پڑے رہے۔ اور مولوی صاحب ایک تحریر جزو کے
قریب جلدی میں لکھ کر اپنے ہمراہ لیتے گئے تھے یہ تحریر حقیقت اسلام میں تھی) اور کچھ مضمون
ابطال کفارہ وغیرہ میں۔ مولوی صاحب نے بیان فرمایا کہ اس کو بھی بقید تحریر کر لو اور کل کو
شاید موقع آپڑے تو میری تحریر اور اس تقریر کو کھڑے ہو کر پڑھ دینا اور سوا اسکے اور بھی آپس میں صلاح
و مشورے رہے اس حالت میں عشا کی نماز پڑھ کر اور کھانا کھا کر سو رہے علی الصباح نماز صبح پڑھ کر بمقتضائے
شعر۔ علی الصباح کہ مردم بکار و بار روند ✣ بلاکشانِ محبت بکوے یار روند ✣
پھر مولوی صاحب نے واعظان مذکورین کو اپنے کام میں مصروف ہونے کی صلاح دی چنانچہ
ان حضرات نے میلہ میں جاکر کما ینبغی حق اسلام ادا کیا جزاہم اللہ عن جملۃ المومنین خیر الجزا
اگرچہ بظاہر ایک امر وہمی معلوم ہوتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس دن اُسی وقت سے کیفیت دگرگون
معلوم ہوتی تھی بہر حال ۹ بجے تک برابر وعظ و درس کا شور تمام میلہ میں رہا۔ پادری لوگ بھی میلہ
میں پھرتے تھے لیکن جد ہر سر گذر ہوتا تھا عوام لوگ یہی کہتے تھے کہ پادری صاحب ہم کو ہی
دھمکانے کو تھے اب تو کچھ بولئے اور جملہ ہنود بھی خوش تھے۔ اگرچہ اُنکا خوش ہونا۔ از قبیل
چو موش بر سر دکان روستا خورسند ✣ تھا ✣

کیفیت جلسۂ دوم واقعۂ روز دو شنبہ ہشتم مئی سنہ ۱۸۷۶ء

نو بجتے ہی خیمۂ گفتگو کی طرف سب مناظران اہل اسلام اور سوار نکلے اور شائقان گفتگو روانہ ہوئے
دیکھتے کیا ہیں خیمہ میں چند کرسیاں خالی ہیں باقی سب پر آدمی ہی آدمی تھے یہ سمجھکر کہ شاید پھر جائے نہ ملے
شوق گفتگو میں پہلے ہی سے اکثر صاحب آبیٹھے تھے اسپر بھی آدمی گھُسے چلے آتے تھے اور سوا انکے
اور عوام خیمہ کے گرد تھے آدمی پر آدمی گرتا تھا سپاہیان پولیس اگر نہ روکتے تو سب اندر ہی پہونچتے
جگہ ملتی یا نہ ملتی اسلئے مہتممان جلسہ نے اور بہت سی کرسیاں اور مونڈھے منگائے قریب دو سو
اڑھائی سو کرسی وغیرہ کے اُس خیمہ میں ملا ملا کر بچھائی اسپر بھی بہت سے صاحب خیمہ کے
گوشوں میں اور کرسیوں کی قطاروں میں کھڑے بیٹھے تھے اور ہر قنات خیمہ کو جسکو بمنزلہ دیوار
خیمہ کہیے اُٹھا کر پتلی پتلی چوبوں پر استادہ کیا جس سے سایہ کی وسعت ہو گئی اور بہت سے
شائق اُس میں آکھڑے ہوئے مگر تسپر اُس سے باہر بھی بہت کثرت سے آدمی تھے۔ شوق گفتگو
میں نہ لُو کا خیال تھا نہ دھوپ کا دھیان جہاں جہاں تک آواز کے پہونچنے کا احتمال تھا آدمی ہی
آدمی تھے گرمی کا موسم تھا گرمی ہی کا وقت تھا مکان جلسہ ایک صحرا شہر سے دور سایہ کے لئے
خیمہ یا درخت آم جسکا سایہ آدھا سایہ آدھی دھوپ - غرض نہ تپش سے بچنے کا کوئی عمدہ سامان
نہ لُو سے بچنے کے لئے کوئی مکان تسپر یہ ہجوم تھا اگر یہ خرابیاں نہ ہوتیں تو خدا جانے کس قدر انبوہ
ہوتا خیر جب آدمی ٹھکانے سر بیٹھ گئے اور اہل جلسہ ہر ایک کو حسب موقع بٹھا چکے تو اول پادری
نولس صاحب نے حسب قرارداد باہمی یہ بیان کیا کہ آج ہر فریق کی طرف سے گفتگو کے لئے
پانچ پانچ آدمی منتخب ہوئے ہیں کل کی طرح عام اجازت نہیں وجہ اس تغیر کی یہ ہوئی بہت سے
کرسٹانوں اور بعض ہنود نے مفت کی سامع خراشی سے وقت کھو دیا تھا اور اس وجہ سے جلسۂ
سابق میں گونہ بے لطفی آگئی تھی اسلئے اہل اسلام پادری صاحب سے اس بات کے خواستگار
ہوئے کہ ہر کس و ناکس کا بولنا بجز سامع خراشی اور کیا مفید ہے اس سے بہتر ہے کہ ہر فریق میں
سے چند آدمی منتخب کئے جائیں سو پانچ پانچ آدمی اس کام کے لئے مقرر ہوئے۔ اہلِ اسلام میں سے

جناب مولوی سید ابوالمنصور صاحب معروف بہ مولوی منصور علی صاحب و مولوی سید احمد علی صاحب و مرزا موحد صاحب یہ تین صاحب مناظرہ اہل کتاب میں بطور الزام دستگاہ کامل رکھتے تھے اور دو علما میں سے ایک تو مولوی سید احمد حسن صاحب امروہی دوسرے مولوی محمد قاسم صاحب مگر اس وقت بیک وجہ یہ نام انکا نہیں لکھا گیا۔ بجائے مولوی محمد قاسم صاحب حافظ خورشید حسین صاحب لکھا گیا۔ اور پادریوں میں سے ۔اول تو پادری نولس صاحب چار اور جنکے نام یاد نہیں رہے علے ہذا القیاس ہنود میں سے بھی پانچ آدمی مقرر ہوئے بلکہ بوجہ اجتماع فرقہائے چند ہنود اس بات کے خواستگار ہوئے کہ ہمارا ہر فرقہ جدا ہے ہر ایک فرقے میں سے پانچ پانچ آدمی چاہئیں چنانچہ اسی کے موافق قرار پایا قصہ کوتاہ پادری صاحب جب بیان تغیر و تبدیل قوانین جلسہ سے فارغ ہوئے تو اہل اسلام کی طرف سے یہ استدعا ہوئی کہ پادری صاحب کے ذمہ ہمارے کل کے اعتراض باقی ہیں بغرض اتمام کلام اُنکا جواب اول چاہیئے۔ پادری صاحب نے فرمایا کل کی بات کل کے ساتھ گئی۔ اس میں فریقین سے اصرار و انکار رہا اور اس وجہ سے بعض اہل اسلام کبیدہ ہو کر یہ چاہتے تھے کہ اگر یہی نا انصافی ہے تو آج کی گفتگو میں اس سے زیادہ اور کیا ہوگا۔ جسکی توقع پر بیٹھے رہیئے اس سے تو اُٹھ جانا ہی بہتر ہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے اُنکی نہ مانی اور پادری صاحب سے کہا اچھا یہی سہی پر خود کھڑے ہو کر باواز بلند تمام حاضران جلسہ سے یہ کہا۔ صاحبو کل کے ہمارے اعتراضوں کا جواب پادری صاحب عنایت نہیں فرماتے ہمکو پادری صاحب کے انصاف سے یہ توقع نہ تھی مگر جب نہیں ملتے تو کیا کیجیے بمجبوری ہم صبر کرتے ہیں اور تازہ گفتگو کی اجازت دیتے ہیں اِدھر موتی میاں صاحب سے یہ کہا آپ اس بات کو لکھ لیجیے۔ اسکے بعد شاید بعض اہل اسلام نے یہ کہا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی کل کی تقریر بوجہ کوتاہی وقت ناتمام رہ گئی تھی وہی پوری ہو جائے پادری صاحب نے بھی شاید اسکو غنیمت سمجھا فرمایا اچھا آج اہل اسلام ہی اول بیان کریں اس لئے اہل اسلام نے مولوی محمد قاسم صاحب کو اشارہ کیا بسم اللہ مگر گفتگو کے خیمہ میں آنے سے پیشتر جناب قاضی سرفراز علی صاحب شاہجہاں پوری جو کبھی ایک بڑے رئیس تھے غدر میں بگڑ گئے

ہیں اور لیاقت علمی اور فن مناظرہ میں عمدہ مناسبت رکھتے ہیں ایک تحریر لکھ کر لائے تھے اور مولوی
محمد قاسم صاحب وغیرہ کو سنائی تھی وہ تقریر تو خوب یاد نہیں ناتمام سی ایک بات یاد ہے شاید اس
قسم کی بات تھی کہ حضرت عیسی علیہ السلام آئے تو یہود نے انکار کیا اور حضرت خاتم النبیین صلی اللہ
علیہ وسلم تشریف لائے تو یہود و نصاریٰ دونوں نے انکار کیا اس سے زیادہ افسوس کچھ یاد نہ رہا
اگر یاد رہتی تو وہ بھی ایک دلچسپ بات تھی غرض وہ تقریر باہم سُنی سنائی گئی تھی اور یہ ٹھہری تھی
کہ آج بجائے وعظ یا جس طرح ہو سکے یہ بھی پڑھی جائے اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب
قاضی صاحب سے فرمایا آپ تشریف لائیں اور تحریر مسطور سُنائیں۔ قاضی صاحب آگے بڑھے
مگر پادری صاحب نے پوچھا آپ بھی اُنہیں پنجتن میں ہیں جو اس کام کے لئے مخصوص ہوگئے ہیں
قاضی صاحب نے فرمایا کوئی نہیں۔ پادری صاحب نے فرمایا پھر آپ کیوں تشریف لائے ہیں قاضی صاحب
نے مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا انکو گفتگو کی اجازت ہے یہ مجکو اجازت دیتے ہیں
پادری صاحب نے فرمایا یہی گفتگو کر سکتے ہیں آپ کو اجازت نہیں ہو سکتی۔ اسلئے مولوی محمد قاسم
صاحب ہی کو کھڑا ہونا پڑا۔ اسپر جناب مولوی احمد علی صاحب وکیل عدالت نے ارشاد فرمایا آج
آپ اپنے مذہب کے فضائل ہی بیان فرمائیں کسی پر اعتراض نہ فرمائیں۔ قصّہ کوتاہ جناب مولوی
محمد قاسم صاحب اُس میز کے پاس تشریف لے گئے جہاں واعظ کھڑا ہو کر وعظ کہتا تھا اور نام خدا
توحید و رسالت کا ذکر چھیڑا۔ توحید کے متعلق جو کچھ گفتگو اس دن ہوئی وہ خوب تو یاد نہیں رہی پر
اغلب یہ ہے کہ روز اوّل کی گفتگو کے قریب قریب تھی مگر ہاں اسی کے ساتھ یہ بھی بیان تھا کہ مسلمان
توحید کے اوپر اس درجہ کو مستقیم ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل سمجھتے
ہیں اور بعد خداوند عالم اُنہیں کو جانتے ہیں مگر بارینہمہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا بھی جو ادب عبودیت
میں سے ادنے درجہ کا ادب ہے اُنکے لئے جائز نہیں سمجھتے پھر اُسکے بعد ضرورت رسالت میں غالباً
وہی تقریر بیان کرکے جو اول روز بیان کی تھی ایک تقریر بیان کی جسکا حاصل یہ ہے کہ اب اسکا
دیکھنا ضرور رہے کہ کون نبی ہے کون نہیں مگر یہ بات بے تنقیح اصل و بناء نبوۃ معلوم نہیں ہو سکتی

واقعہ میلہ خدا شناسی

سو بظاہر دو احتمال ہیں بناءِ نبوۃ یا تو معجزات ہوں یا اعمال صالحہ معجزات پر تو مبنی نہیں
کہہ سکتے بناءِ نبوت معجزات پر ہو تو یہ معنی ہوں کہ اول معجزہ ظاہر ہولے جب نبوت عنایت
ہو مگر سب جانتے ہیں کہ امتحان معجزات کے بعد نبوت عنایت نہیں ہوتی بلکہ عطاءِ نبوت کے
بعد معجزات عنایت ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس اعمال صالحہ کو بناءِ نبوت نہیں کہہ سکتے۔
عمل صالح اُسی کو کہتے ہیں جو خدا کے موافق مرضی ہو سو خدا کے حکم احکام کے معلوم ہونے کے لئے
ہی تو نبوت کی ضرورت پڑی ہے اور اعمال صالحہ کا علم اور اُنکی تعمیل خود نبوت پر موقوف ہے
نبوت اُنپر کیونکہ موقوف ہوگی جو اُنکو بناءِ نبوت کہئے اور سوا اعمال و معجزات اس کام کے لئے
اگر نظر پڑتی ہے تو اخلاق حمیدہ پر پڑتی ہے اُنکا حصول نبوت پر موقوف نہیں آدمی کی ذات
کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اگر کسی کے اخلاق حمیدہ یعنی موافق مرضی خداوندی ہونگے تو پھر نظر عنایت
خداوندی اسکے حال پر کیوں نہ ہوگی لیکن اتنی بات اور قابل گذارش ہے کہ جیسے انوار میں باہم
فرق مراتب ہے آفتاب و قمر و کواکب و آئینہہائے قلعی دار و ذرات و زمین میں دیکھئے کتنا فرق ہے
ایسے ہی اخلاق میں بنی آدم باہم متفاوت ہیں سو جو لوگ فہم و اخلاق میں بمنزلۂ شمس و قمر و کواکب
ہوں وہ تو نبی ہو سکتے ہیں اور جو لوگ بمنزلۂ آئینہ و ذرہ و زمین مستفیض ہوں وہ لوگ سب امتی
ہونگے یوں کوئی ولی یا صالح ہو تو ہو غرض انبیا کی حقیقت امتیوں کے حقائق کے فہم و اخلاق
کی اصل ہوتی ہے جیسے آفتاب و قمر و کواکب آئینوں اور ذرّوں اور زمین کے انوار کی اصل ہیں
سو جو لوگ دربارۂ اخلاق اصل ہوں قابل انعام ہونگے کیونکہ جب اوروں سے اوپر ہوئے تو خداوندِ
عالم جو سب سے عالی مراتب ہے اُن سے بہ نسبت اوروں کے قریب ہوگا اسلئے تقرب مشار الیہ جو
نبیوں کو ضرور ہے اُنہیں کو میسر آئیگا اور خلافت خداوندی کے مستحق وہی ہونگے کیونکہ بادشاہ کی
ماتحتی اور اُسکی خلافت بجز مقربان درگاہ اور کسی کو میسر نہیں آسکتی سو نبوت میں بجز خلافت خداوندی
اور کیا ہوتا ہے جیسے حکام ماتحت کے احکام بعینہ وہ احکام بادشاہی ہوتے ہیں ایسے ہی انبیاء
علیہم السلام کے احکام بعینہ احکام خداتعالیٰ ہوتے ہیں۔ بالجملہ بناءِ نبوت اخلاق حمیدہ کے

کمال پر ہے۔ مگر ہم نے غور سے دیکھا تو اخلاق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کو بڑھ کر
نہ پایا۔ آپ کے اخلاق کی ایک تو یہی بڑی دلیل ہے جو اوروں کے نزدیک موجب اعتراض ہے
اور لوگ جہاد کو بڑا اعتراض اس مذہب پر سمجھتے ہیں مگر قطع نظر اس سے کہ جہاد اور دینوں میں
بھی تھا اور عقل سلیم کے نزدیک بیشک ایک عمدہ سامان تہذیب عالم اور ذریعۂ رفع شرک و الحاد
و فتنہ و فساد ہے بے لشکر جرار ممکن نہ تھا سو یہ لشکر جرار جس نے روم و شام و عراق و ایران و مصر
و یمن کو زیر و زبر کر دیا آپ کو کیونکر میسر آیا بظاہر سامان فراہمی لشکر دنیا میں دو دیکھتے ہیں مال
دولت یا حکومت کی جبر و تعدی سو آپ میں دونوں نہ تھے آپ کہیں کے بادشاہ نہ تھے بادشاہزادے
نہ تھے تاجر نہ تھے جاگیردار نہ تھے تعلقہ دار نہ تھے جو یوں کہیے لشکر نوکر رکھا اور یہ کارنمایاں کر دکھایا
حاکم نہ تھے جابر نہ تھے جو یوں کہیے ایک ایک دو دو آدمی گھر تیچھے مثلاً جیسے بعض سلطنتوں کے قصے
سنتے ہیں منگا بھیجے اور یہ سانحہ برپا کیا بجز اخلاق اور کیا چیز تھی جس نے یہ تسخیر کی اور بیرایوں کے بھائیوں
کو ایسا مسخر کر دیا کہ جہاں آپکا پسینا گرے وہاں خون گرائیں پھر یہ بھی نہیں کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا
ہو چکا عمر بھر یہی کیفیت رہی آپ ہی کے پیچھے گھر سے بے گھر ہوئے زن و فرزند کو چھوڑا گھر بار سب
پر خاک ڈالی خویش و اقربا سے لڑے انکو مارا یا انکے ہاتھوں سے مارے گئے یہ آپ کے اخلاق اور
آپ کی محبت نہ تھی تو اور کیا تھا غرض ملک عرب جیسے بے پیروں خود سروں کو ایسا مٹھی میں لیا
کہ کسی نرم مزاج غریب طبیعت کے لوگوں کے کسی گروہ کی نسبت بھی ایسی تسخیر آج تک کسی نے
نہ سنی ہوگی ایسے اخلاق کوئی بتلائے تو سہی۔ حضرت آدم علیہ السلام میں تھے یا حضرت نوح
علیہ السلام میں تھے یا حضرت ابراہیم علیہ السلام میں تھے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھے یا
حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تھے یا کسی اور میں تھے انصاف سے کوئی صاحب بتلائیں تو سہی اس
قسم کے اخلاق کا کوئی اور شخص ہوا ہے۔ یہی تقریر ہو رہی تھی اور لوگوں پر ایک کیفیت تھی ہر کوئی
ہمہ تن گوش ہو کے مولوی صاحب کی جانب تک رہا تھا کسی کی آنکھوں میں سنتے ہیں آنسو۔
کسی کی آنکھوں میں حیرت۔ پادریوں کہ یہ حالت کہ ششدر بے حس و حرکت۔ جو پادری صاحب نے

اطلاع دی آپکا وقت ہو چکا سُننے والوں کو ارمان رہ گیا۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا صاحبو تنگئ وقت سے معذور ہوں ورنہ انشاءاللہ شام کر دیتا جو کچھ کہا دریا میں کا ایک قطرہ سمجھئے۔ موتی میاں صاحب نے پکار کر کہا صاحبو سُنلو جو کچھ بیان ہوا یہ دریا میں کا ایک قطرہ ہے۔ خیر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تو اپنی جائے پر جا بیٹھے اور پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا واقعی مسلمانوں میں توحید بہت عمدہ ہے پر کاش اسکے ساتھ تثلیث کا بھی ان میں اعتقاد ہوتا پھر اسکے بعد اول تو عہد عتیق کی کسی کتاب کا حوالہ دیکر کہا کہ دیکھو اس سے بھی تثلیث ثابت ہوتی ہے۔ اسکے بعد دلائل عقلیہ پر جھکے اور بزعم خود یہ ثابت کیا کہ توحید بے تثلیث سمجھ ہی میں نہیں آتی اور توحید بے تثلیث ممکن ہی نہیں فرماتے ہیں دیکھو ہم ایک ہندسہ لکھتے ہیں اور اُس میں طول بھی ہوتا ہے عمق بھی ہوتا ہے وہ ہندسہ ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے موجود نہیں ہو سکتا۔ آدمی کی روح ایک ہے مگر اُس میں خواہش بھی ہے قوت خیالیہ بھی ہے اور خدا جانے ایک کوئی اور چیز کہی اور کہا دیکھو روح ایک ہے پر بے ان تین باتوں کے ہو نہیں سکتی۔ دیکھو درخت ایک ہے پر اُس میں جڑ بھی ہے شاخیں بھی ہیں پتے بھی ہیں۔ وہ ایک بے ان تین چیزوں کے نہیں ہوتا۔ غرض اثبات تثلیث میں یہ دل فریب باتیں کرتے کرتے تقدیر کے مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ فرمایا کہ مسلمانوں کے مذہب میں ایک اور نقصان ہے کہ ان کے ہاں تقدیر کی تعلیم کی جاتی ہے اور اسکی سند میں کہا سورہ تغابن میں ہے ہوالذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن جسکے یہ معنی ہیں اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا تم کو اس طرح کہ کوئی تم میں سے کافر اور کوئی مومن۔ اسپر مولوی محمد قاسم صاحب بولے پادری صاحب میں کچھ عرض کیا چاہتا ہوں ایک دو بات کہہ لوں پھر آپ فرمایئے جائیگا۔ کل آپ ہم پر یہ اعتراض کرتے تھے کہ آپ نے اپنے مذہب کے فضائل بیان کیئے ہم پر اعتراض کر دیئے آج آپ نے بھی وہی شیوہ اختیار کیا دوسرے اس مسئلہ تقدیر کو پیش کرنا آپکی مغلوبیت کے آثار میں سے ہے پادری صاحبوں کی یہ آخری چال ہوتی ہے جب سب طرف سے مجبور ہو جاتے ہیں تو تقدیر کے مسئلہ کو پیش کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اہل اسلام کو اسکا جواب نہ آئیگا مگر

میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ اس اعتراض کو بھی پیش کر دیجے ہم انشاء اللہ اسکا بھی جواب دینگے یہ کہہ کر کہا اب فرمایئے آخر پادری صاحب نے یہ مضمون ادا کیا کہ اگر تقدیر کو مانیے تو بندہ بے گناہ اور خدا ظالم ہوگا جو پہلے سے بہت سے آدمیوں کو جہنم کے لئے تجویز کر لیا اور پھر اُسی کے موافق کیا اُسکو نکالنا تھا نہ دھکا دینا تھا علاوہ بریں آدمی سب ایک سے ہیں جیسے سارے آدمیوں کے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان ایک سے ہیں ایسے ہی روحوں کو بھی سمجھئے۔ غرض یہ فرق کفر و ایمان پہلے سے نہیں اپنے آپ کوئی مومن ہو جاؤ یا کافر ہو جاؤ۔ جس وقت پادری صاحب یہ فرما رہے تھے کہ سب آدمیوں کی آنکھ ناک ایک سی ہیں تو مولوی نعمان خاں صاحب کیا فرماتے ہیں پادری صاحب مجکو اور اپنے آپ کو مستثنیٰ کر لیجئے میں بھی گنجا ہوں آپ بھی گنجے ہیں یا اس قسم کی بات کسی اور کرستان نے کہی تھی۔ اُسپر مولوی صاحب نے یہ فرمایا سو پادری صاحب بھی تبسّم کرنے لگے اور ماسٹر جعل وغیرہ کرستان جو اُنکے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے بہت ہی ہنسے۔ مگر پادری صاحب اپنی کہے چلے جاتے تھے جو پندرہ منٹ ہو چکے اپنے نزدیک مضمون کو ناتمام سمجھ کر مولوی محمد قاسم صاحب وغیرہ کی طرف مخاطب ہو کر کیا کہتے ہیں اگر آپ صاحب مہربانی فرما کر کچھ اور مہلت دیں تو ہم کچھ اور بیان کر لیں۔ اسپر اوروں کی تو رائے نہ تھی کہ اُنکو مہلت دی جائے یعنی جب وہ ہم کو مہلت نہیں دیتے تو ہم کیوں دیں۔ اچھا ان کا بھی مضمون ناتمام ہی رہے مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ سمجھ کر کہ ہم انکو مہلت دینگے تو یہ بھی ہم کو مہلت دینگے پھر ہم انشاء اللہ بہت کچھ بیان کر لیں گے اِدھر انکو اس بات کے کہنے کی گنجایش نہ رہیگی کہ ہمارے اعتراض بیان نہ ہونے پائے ورنہ حقیقت معلوم ہوتی یہ کہا پادری صاحب ہم آپ کی طرح نہیں کہ اجازت ہی نہ دیں ہماری طرف سے اجازت ہے آپ پندرہ منٹ کی جگہ بیس منٹ بیان کریں پچیس منٹ بیان کریں تیس منٹ بیان کریں آپ حسب دلخواہ بیان کر لیں ہم انشاء اللہ سب کا جواب دینگے قصہ کوتاہ پادری صاحب نے اُس ایک مضمون کو بہت دیر تک بیان کیا اور اپنا سا خوب زور مارا انیس منٹ جب ہو چکے تب چپکے ہوئے۔ وہ بیٹھے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے

ہوئے اور ہنس کر یہ فرمایا لیجے پادری صاحب اب ہمکو بھی تیس منٹ کی اجازت دیجے لاچار ہوکر
پادری صاحب کو اجازت دینی پڑی۔ جناب مولوی محمد قاسم صاحب اُسی میز کے پاس تشریف لیگئے
اور اول یہ کہا کہ کل کے جلسہ میں تو ہماری طبیعت بہت کبیدہ تھی۔ پادری صاحبوں کی طرف سے
وہ لوگ کھڑے ہوتے تھے جن کو گفتگو کا سلیقہ نہ تھا الفاظ سے اوقات کی خانہ پری کر دیتے تھے۔
مگر ہاں آج ہماری طبیعت بہت محظوظ ہوئی۔ پادری صاحب بہت خوش تقریر اور صاحب سلیقہ
ہیں انکی باتوں کے جواب دینے کو ہمارا بھی جی چاہتا ہے مگر باوجود اس لیاقت کے پادری صاحب
نے ایسی ایسی غلطیاں کھائی ہیں کہ کیا کہیے۔ میں بغرض توہین پادری صاحب نہیں کہتا امر واقعی
بیان کرتا ہوں۔ پادری صاحب کا دعوے کچھ ہے اور دلیل کچھ ہے سوال از آسمان جواب از ریسماں
دعوے تو یہ کرتے ہیں کہ جیسے ہمارا خدا واحد حقیقی ہے ایسے ہی وہ باوجود وحدۃ حقیقی کے کثیر
بھی حقیقی ہے یعنی حقیقت میں تین بھی ہے سو اس اجتماع وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے
لئے پادری صاحب نے دلیل بیان کی تو وہ کی جس سے کثرت حقیقی اور وحدت اعتباری کا
اجتماع ثابت ہوتا ہے نہ اصل مطلب کا اثبات۔ پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں
سب اسی قسم کی ہیں توضیح کے لئے اول ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ سُنئے اگر شکر ایک برتن میں
ہو اور کیوڑہ ایک برتن میں اور پانی ایک برتن میں اور پھر ان تینوں کو ایک کٹورے میں ڈال کر شربت
بنائیں تو گو دیکھنے میں وہ تینوں فی الحال ایک چیز نظر آتی ہیں مگر عقل صائب ہنوز ان تینوں چیزوں
کو بدستور کثیر مختلف الحقیقت سمجھتی ہے۔ غرض ان تین چیزوں کو تین غرضوں کے لئے ملایا ہے اگر
وہ تینوں شربت بن جانے کے وقت تین نہ رہتیں تو وہ تین باتیں جو مطلوب تھیں یعنی شیرینی
اور خوشبو اور تسکین حرارت یا یوں کہئے رفع تشنگی کا ہے کو حاصل ہوتیں کچھ اور ہی بات ہو جاتی
سو جیسے یہاں تین چیزیں ایک ظرف میں اکٹھی ہوگئیں ہیں اور اس وجہ سے باوجود کثرت اور
تثلیث حقیقی کے مشاہدہ کے وقت ایک نظر آتی ہیں اور آنکھ سے ہر ایک جزو کو جدا جدا تمیز
نہیں کر سکتے ایسے ہی پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُن میں تین تین چیزیں

مباحثہ شاہجہانپور

ایک جا اکٹھے ہیں اور نظر سرسری اجمالی میں ہر جگہ وہ تینوں ایک نظر آتی ہیں اور باہم متمیز نہیں ہوتیں ورنہ حقیقت میں سب مثالوں میں مضامین مختلفہ مجتمع ہیں عقل حقیقت بین کی نزدیک ہنوز بدستور ایک دوسرے سے متمیز ہے یعنی ہر ایک کے آثار و لوازم جدے جدے ہیں ہر ایک سے جدی بات مطلوب ہے خواہش نفسانی کا مثلاً کچھ اور کام ہے اور قوت خیالیہ کا کچھ اور اگر بعد اجتماع کثرت نہ رہتی وحدت ہو جاتی تو یہ تین مطلب کاہے کو حاصل ہوتے اسی طرح اور مثالوں کو سمجھ لیجیے۔ الغرض طول عرض عمق تین مضمون ایک جا اکٹھے ہو گئے ہیں اور اسی طرح جڑ اور شاخیں اور پتے تین جدی جدی باتیں ایک جا اکٹھی ہو گئی ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے (اہل فہم کو معلوم ہوگا کہ درخت کی مثال میں ہر ایک کی جدائی ایسی ظاہر ہے کہ آنکھوں سے بھی معلوم ہوتی ہے) علاوہ بریں اگر یہی اتحاد اور وحدت ہے تو ایسا اتحاد اور وحدت تو اور اعداد میں بھی پایا جاتا ہے تین ہی کی کیا خصوصیت ہے جو تثلیث کا تو اعتقاد ہے اور تربیع و تخمیس وغیرہ سے انکار پادری صاحب نے جتنی مثالیں بیان فرمائیں اُنہیں کو غور کیجیے تو تین سے زیادہ زیادہ مضمون مجتمع ہیں ایک کا ہندسہ اگر لکھتے ہیں تو سوا طول و عرض و عمق موہوم کے اُس میں سیاہی اور سیاہی کی چمک اور خوبصورتی وغیرہ بھی پائی جاتی ہیں ایک جان میں کتنی صفات اور احوال ہوتے ہیں ایک پادری صاحب میں کس قدر اخلاق حمیدہ ہیں اور ایک خدا تعالیٰ میں کتنی صفات کمال ہیں۔ ایک درخت میں ہزاروں شاخیں ہزاروں پتے ہیں ہزاروں پھول ہیں اور پھر ہر شاخ و برگ اور پھل پھول میں کس قدر رگیں اور رنگتیں ہیں علیٰ ہذا القیاس یہ ایک خیمہ ہے اور اس میں کتنی چوبیں ہیں اور کتنے آدمی ہیں ایک کے ہندسہ میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک روح انسانی میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کی ایک ذات خداوندی میں غیر متناہی صفات کمال ہیں اور پھر ایک کی ایک پادری صاحب میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کے ایک درخت میں یہ سب کچھ ہے اور پھر ایک کا ایک اگر یہی اجتماع کثرت حقیقی اور وحدت حقیقی ہے تو پادری صاحب نے تثلیث ہی پر کیوں قناعت فرمائی تربیع تخمیس بلکہ تسدیس و تسبیع و تثمین بلکہ تا الیف وغیرہ کا

اعتقاد بھی پادری صاحب کو ضرور تھا پھر اسپر پادری صاحب نے یہ کیسی اُلٹی بات کہی کہ توحید بے تثلیث کے نہیں ہو سکتی اگر کہنا تھا تو یہ کہنا تھا کہ تثلیث بے توحید سمجھ میں نہیں آتی اور ممکن ہی نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ ثلثہ تین واحدوں کو کہتے ہیں تین واحدوں کے اکٹھے ہوجانے سے ثلثہ بن جاتا ہے یعنی تین واحد کے اجتماع سے تین کا عدد حاصل ہوتا ہے سو اس سے ظاہر ہے کہ تین کا سمجھنا اور تین کا وجود بے واحد ممکن نہیں اور ایک کا وجود اور ایک کا سمجھ لینا تین کے متصور ہے اور ان سب باتوں سے قطع نظر کیجے وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا ایک شے میں مجتمع ہونا محال ہے جیسے ایک وقت میں ایک شے کا ہونا اور نہ ہونا اور ایک وقت میں ایک جا پر دھوپ اور سایہ کا ہونا اور گرمی اور سردی کا ہونا محال ہے کسی عاقل کی عقل اُسکو تجویز نہیں کرسکتی ایسے ہی وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کے اجتماع کو کسی کی عقل تجویز نہیں کرسکتی علاوہ بریں جاہلوں کو ہر فن میں اُس فن کے اہل کمال کا اتباع اور تقلید ضروری ہے اس نظر سے بھی اس اجتماع کے محال ہونے کو ماننا لازم تھا کیونکہ یہ مسئلہ منجملہ مسائل معقول ہے سو تمام معقولیوں کا اسپر اتفاق ہے کہ اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین محال ہے۔ پھر جب وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی دونوں باہم متضاد ہوں تو ان دونوں کا ایک جا پر اجتماع کیونکر تسلیم کیا جائے۔ حاصل تقریر متعلق تثلیث تو ہو چکا لیکن بغرض توضیح راقم کے یہ گذارش ہے کہ اگر کوئی کم عقل بھی یہ تجویز کرسکے کہ وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی میں تضاد نہیں تو البتہ معتقدان تثلیث کو اہل عقل نہ سہی دیوانوں ہی کے سامنے مُنہ کرنے کی گنجائش ملتی مگر جب کوئی شخص بھی اس مضمون کو تجویز نہ کرسکے تو پھر خدا جانے کس بھروسہ اس مسئلہ کو اہل توحید کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ تمام جہان کے مذاہب کو دیکھئے تو گو کوئی مذہب کتنا ہی باطل کیوں نہ ہو پر اُس میں بھی ایسا مسئلہ مخالف عقل نہ ہوگا جیسا مسئلہ تثلیث مخالف عقل ہے مگر افسوس صد افسوس ایسی بات تو قبول کرلیں اور ایسے ایسے پوچ اعتراض کریں۔ جن کے لئے اہل عقل کے نزدیک جواب کی حاجت ہی نہ ہو۔ اگر اس قسم کی باتوں کا بھی تسلیم کرلینا انسان کے ذمہ ہے تو ظلم۔ قتل۔

جھوٹ۔ فریب۔ زنا۔ اغلام وغیرہ گناہان اور مخالفت خدا و انبیا کا طاعت و عبادت ہونا بھی واجب التسلیم ہوگا کیونکہ ان باتوں کا طاعت و عبادت ہونا اس قدر دور از عقل نہیں جس قدر وحدت حقیقی اور کثرت حقیقی کا اجتماع دور از عقل ہے یہ کیا انصاف ہے کہ تثلیث اور کفارہ کو تو باوجود مخالفت عقل مان لیجے اور دین محمدی کو جسپر مخالفت عقل سلیم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا تسلیم نہ کیجے باوجود اجتماع خورد نوش اور اضطرار بول و براز و مرض و موت اور بیچارگی وقت قتل حضرت عیسی علیہ السلام کی الوہیت کو تسلیم کرلیں اور اُنکے اقرار عبودیت اور بنی آدم ہونے پر بھی کچھ خیال نہ کریں اور باوجود ظہور معجزات اور دلالت اخلاق و افعال و دیگر علامات و عدم مخالفت عقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں تامل ہو عقل رہبر دین و دنیا ہے اُسکی مخالفت پر کمر باندھی تو پھر وہ کیا چیز ہے جسکا اتباع کیا جائیگا غرض اسکے بعد اعتراض متعلق مسئلہ تقدیر کی نوبت آئی مگر غالباً مولوی صاحب نے پھر یہ کہا کہ پادری صاحبوں کا دستور ہے کہ جب کچھ بن نہیں پڑتی تو مسئلہ تقدیر کو لے دوڑتے ہیں یہ آخری چال اور آخری تدبیر ان صاحبوں کی ہوتی ہے پادری صاحب کی مغلوبیت کی نشانی ہے جو اس مسئلہ کی نوبت آئی مگر بنام خدا ہم بھی انشاء اللہ اسکا جواب شافی دیتے ہیں ہاں بوجہ تنگی وقت اور نیز لحاظ حاضرین باریک مضامین کے بیان کرنے سے تو میں معذور ہوں ایک دو موٹی بات عرض کرتا ہوں۔ اسپر ایک دیسی پادری صاحب جن کے گلے میں فوجی تمغہ پڑا ہوا تھا نام اُنکا یاد نہیں اینگٹ تھا یا کچھ اور بولے آپ پہلو تہی کرتے ہیں۔ مولوی احمد حسن صاحب امروہی کو اسپر غصہ آگیا دو چار ترش باتیں اُنکو سنائیں۔ مگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی صاحب کو تھاما اور کہا آپ کو نہیں کہتے مجکو کہتے ہیں ادھر پادری صاحب موصوف سے کہا آپ بڑے پادری صاحب سے اجازت دلوائیں پھر دیکھیں میں پہلو تہی کرتا ہوں یا بیان کرتا ہوں قصہ کوتاہ پادری صاحب موصوف تو کچھ نہ بولے اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنا مطلب شروع کیا الغرض توضیح اول ایک مثال بیان کی اور یہ کہا فرض کرو ایک قطعہ زمین کسی شخص کا افتادہ ہے جس میں مکان و دیوار

کچھ نہیں مالک زمین نے چاہا اس میں مکان بنائیے بحیثیت مالکیت مالک مذکور کو اختیار ہے جس طرف
جو چاہے بنائے دالان بنائے چاہے باورچی خانہ چاہے پاخانہ یا غسلخانہ بنائے زمین کی طرف سے
کچھ انکار نہیں۔ گویا قطعۂ زمین بزبانِ حال دودستہ عرض کرتا ہے میں ہر طرح سے
حاضر ہوں جس طرف جو چاہیے بنائیے خیر مالک زمین نے اپنے نزدیک مناسب نامناسب دیکھ کر
کہیں دالان در دالان یا آگے پیچھے دالان اور کوٹھا بنایا کہیں کوٹھڑی کہیں باورچیخانہ کہیں غسلخانہ
کہیں پاخانہ کہیں بدرو موری کہیں دروازہ بنا کر مکان کو تیار کیا مگر جیسے قبل تعمیر صاحب
زمین کو اس بات کا اختیار تھا کہ جہاں جو چاہے بنائے ایسے ہی بعد بنا لینے کے اس بات کا اختیار
ہے کہ جہاں جو چاہے کرے دالان میں پاخانہ پھرو تو اسکو انکار نہیں اور پاخانہ میں جا کر جلوس
کرو تو اسکو دشوار نہیں۔ ہاں جیسے بناتے وقت مناسب نامناسب کا لحاظ تھا کام کرتے وقت
بھی مناسب نامناسب کا لحاظ ہوگا یعنی پہلے مثلاً اس بات کا خیال تھا کہ اگر موقع بے موقع دالان
وغیرہ بنایا جائیگا تو نقشہ مکان ناموزوں ہو جائیگا۔ اب یہ خیال پیش نظر ہوگا کہ اگر موقع بے موقع
کام کیا جائیگا تو خلاف تہذیب وعقل سمجھا جائیگا۔ لیکن اس صورت میں اگر فرض کرو پاخانہ کو زبان
عنایت کی جائے اور وہ یہ عرض کرے کہ میں نے کیا تقصیر کی ہے جسکے عوض یہ سزا ملتی ہے کہ ہر روز
پاخانہ اور نجاست ڈالا جاتا ہے اور دالان اور شہ نشین نے کونسا انعام کا کام کیا ہے جس پر بوریا
بچھا کر شطرنجی بچھاتے ہیں اور پھر چاندنی اس پر قالین بچھایا جاتا ہے گاؤ تکئے رکھے جاتے ہیں شیشہ
آلات سے آراستہ کرتے ہیں جھاڑ اور فانوس روشن کئے جاتے ہیں گلدستے رکھے جاتے ہیں۔
عطر سے معطر کرتے ہیں۔ گلاب پاشی سے رشک گلزار بنا دیتے ہیں۔ تو میں حاضران جلسہ سے
پوچھتا ہوں کہ اس صورت میں مالک زمین ومکان کی طرف سے یہی جواب ہوگا یا کچھ اور کہ تو
اسی قابل ہے اور تجھکو اسی لئے بنایا ہے اور دالان اسی قابل ہے اور اسکو اسی لئے بنایا ہے
مگر جب ہم تم اس تھوڑے سے نام کی مالکیت کے بھروسے زمین ومکان و پاخانہ پر یہ تحکم کر سکیں
تو کیا خداوند مالک الملک وحدہ لاشریک لہ اپنی مخلوقات پر یہ تحکم نہ کرسکیگا ہماری تمہاری

مالکیت بھی برائے نام اور قبضہ و تصرف بھی برائے نام بیع و شراء سے ملک اور قبضہ اُٹھ جائے مرجائیں تو ملک
اور قبضہ اُٹھ جائے پھر مکان کا وجود بانی مکان کے وجود کا تابع نہیں بانی مکان مرجائے تو مکان نہیں مرتا اسپر
تو یہ حکم ہو خداوند مالک الملک کا قبضہ بھی ایسا کہ اُٹھ نہیں سکتا ملک بھی ایسی کہ زوال کا احتمال نہیں بلکہ جیسے
آفتاب دھوپ پر اس بُعد پر کہ لاکھوں کوس اُس سے دُور ہی اسطرح قابض ہے کہ آئے تو ساتھ لائے اور جائے تو ساتھ
لیجائے اور زمین باوجود اس قرب کے کہ اُس میں اور دھوپ میں کوئی حجاب نہیں اتنا بھی دھوپ پر اختیار
نہیں رکھتی کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے ہی رکھ لے آفتاب چلا جائے اور دھوپ نہ جائے ایسے ہی خداوند
مالک الملک اور موجودات کے وجود کو سمجھو۔ ہمارے وجود کو باوجودیکہ خدا کے وجود سے علیحدگی ہی یعنی
یہ نہیں کہ خدا اور بندے ایک ہوں پھر خدا کے قبض و تصرف میں اسطرح سے ہی کہ اُسکی طرف سے ارادہ
ہو تو ملے نہ ہو تو نہ ملے اور ہمارا وجود ہم سے گو اتنا قریب ہی کہ ہم ہیں اور اُسمیں کچھ فاصلہ نہیں کوئی حجاب
نہیں مگر پھر ہمارے اختیار میں نہیں خدا چاہی تو ہمسے چھین لے اور ہم چاہیں تو خدا سے اپنا وجود چھین کر
رکھ نہیں سکتے یا یوں سمجھو مالک مکان اگر اپنے مکان میں رعیت بسائے تو گو خود اس مکان سے دُور رہی اور رعیت کے لوگ
اسمیں رہتی ہیں پر جسقدر مالک مکان اُس مکان پر قابض ہوتا ہی اُسقدر رعیت کے لوگ اُسپر قابض نہیں ہوتے
مالک مکان چاہی تو رعیت کو مکان سے نکالدے اور رعیت کے لوگ چاہیں تو بطور خود مالک مکان کو بیدخل نہیں
کر سکتے غرض ہمارا وجود گو ہمسے متصل ہو پر ہمارے قبضہ میں نہیں خدا کے قبضہ میں ہی گو اُس سے علیحدہ ہے
پھر جیسے قبضۂ آفتاب دھوپ سے اُٹھ نہیں سکتا ایسے ہی خدا کا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا اور جب
اُسکا قبضہ ہمارے وجود سے اُٹھ نہیں سکتا تو اُسکی ملک بھی قابلِ زوال نہیں یعنی علت ملک وہی قبضۂ
کامل ہے جانورانِ صحرائی اور ماہیانِ دریائی وغیرہ اشیاء اگر ملک میں آتی ہیں تو اس قبضہ ہی سے آتی
ہیں اور بیع و شراء وغیرہ میں یہ قبضہ ہی منتقل اور متبدل ہو جاتا ہی علاوہ بریں جیسے نور زمین جسے دھوپ
کہتے ہیں زمین کا خانہ زاد نہیں آفتاب سے مستعار ہے اور آفتاب کا خانہ زاد ہی ایسے ہی ہمارا وجود ہمارا خانہ زاد
نہیں ہمارے پاس خدا کی طرف سے مستعار ہے ہاں خدا کا خانہ زاد ہے اور ظاہر ہے کہ مستعار چیز اپنی
ملک نہیں ہوتی اُسی کی ملک ہوتی ہے جسکی طرف سے عطا ہوتی ہے یعنی جسکی خانہ زاد ہوتی ہے پھر

اسپر سے اسکا قبضہ اُٹھ نہیں سکتا جو بیع و شرا و ہبہ و تملیک کا احتمال ہو اس صورت میں کیونکر کہہ دیجے کہ خدا کی
ملک قابل زوال ہے بلکہ خواہ مخواہ اسکا اقرار ضروری ہے کہ خدا کی ملک ازلی و ابدی ہے الحاصل اس نام کے قبضہ
اور مالکیت پر جو ہمیشہ معرض زوال میں ہیں ہی ہمکو اس تحکم کی اجازت ہے اور کسی کو اُسپر اعتراض نہیں تو اُس
خداوند عالم مالک الملک کو جسکی مالکیت ازلی و ابدی ہے اور اُسکا قبضہ دائمی اور سرمدی ہے اُسی کے
اپنے وجود سے ہم سب کو وجود عنایت کیا اسقدر تحکم کا کیونکر اختیار نہو گا کیا وہ گنہگاروں سے یہ نکہہ سکیگا کہ
تم اسی لائق ہو اور تمہیں اسی لئے بنایا ہے اور مطیع و فرمانبردار اُسی لائق ہیں اور اُنہیں اُسی کے لئے
بنایا ہے غرض مجموعۂ عالم میں نیک و بد کے اجتماع سے اسطرح موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے دالان اور باورچیخانہ
وغیرہ کی فراہمی سے مکان کی موزونی پیدا ہوتی ہے جیسے وہاں دونوں کے اجتماع میں کمال مکان ہے ایسے
ہی یہاں بھی دونوں کے اجتماع میں کمال عالم ہے اس قسم کی تقریروں کے بعد وقت میں گنجائش نہ رہی
تیس منٹ ہو چکے مولوی محمد قاسم صاحب تو بیٹھ گئے پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور فقط اتنا فرمایا کہ
میں جانوں پاخانہ کی مثال اچھی نہیں اور اُسی وقت ایک کرسٹان اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے آہستہ سے بولے
اچھا زمین کو نعوذ باللہ خدا کا پاخانہ بنایا۔ مولوی محمد قاسم صاحب یہ سُنکر پھر وہیں آموجود ہوئے اور یہ کہا
کہ مثالوں میں مناقشہ انصاف سے بہت بعید ہے مالک مکان اور مکانات مثل دالان پاخانہ وغیرہ میں
اتنا تو تناسب ہے کہ یہ بھی مخلوق وہ بھی مخلوق خدا میں اور مخلوقات میں اتنا بھی تناسب نہیں وہ خالق
تو یہ مخلوق وہ واجب الوجود تو یہ ممکن الوجود انکا رتبہ تو پاخانہ سے بھی کمتر ہے خصوصاً گنہگاروں اور
کافروں کا رتبہ تو اس سے بھی کم ہے علاوہ بریں خدا تعالی اور بندوں کی مثالیں سب مذہبوں میں موجود
ہیں حاصل اُن مثالوں کا یہی ہوتا ہے کہ خدا کامل ہے اور مخلوقات ناقص جب مثلہ مثلاً ایسے میں فقط کمال
اور نقصان پر نظر ٹھیری اور سوا اُسکے اور خصوصیات پر جو خداوند جل مجدہ میں اُنکا تصور منجملہ تصور محالات
ہی نظر نہوئی تو مکان کی مثال مذکور میں بھی اتنی ہی بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ جیسے مکان کی عمارات
میں فرق کامل و ناقص ہے اور پھر اُسپر سب کے سب زیر حکم و زیر تصرف مالک مکان رہتے ہیں
نہ کامل کو سرتابی کی گنجائش نہ ناقص کو حکم و تحکم سے انکار ایسے ہی عالم میں بھی فرق کامل و ناقص ہے

(الوقت ختم اعتراض نصاری)

پھر اُسپر سب کے سب بر حکم و تصرف خالق عالم ہیں علاوہ بریں یہ مثال نہیں اور مثال سہی یہ کہکر دوسری
مثال بیان کی پر وہ مثال یاد نہیں آتی ہاں بعد اختتام مباحثہ اس قسم کے مضامین کے بیان میں
مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ مثال کئی بار بیان فرمائی کہ بجائے پائخانہ گدھوں کا طویلہ اور سؤروں کی
آخور تجویز کر کے وہی سوال و جواب جو پائخانہ اور مالک مکان کے فیمابین فرض کئے تھے فرض کیجے
اور پھر دیکھئے وہ اعتراض کہاں جاتا ہے۔ قصّہ کوتاہ مولوی محمد قاسم صاحب کی خوش بیانی اور
پادری صاحب کی افسردگی اُسوقت قابل دید تھی جب مولوی محمد قاسم صاحب فارغ ہوئے پادری
صاحب نے فرمایا کہ اب بھائی ہندو اپنا بیان کریں چنانچہ اسی بات کو سنکر ایک پنڈت موقع گفتگو پر
آن کھڑے ہوئے مگر ایک دیسی پادری جو بڑے پادری صاحب کے قریب ہی بیٹھے تھے اور اُن کے
اُٹھنے بیٹھنے سے یہ نمایاں تھا کہ بعد پادری نول صاحب نہیں کا رتبہ ہے پادری صاحب کیطرف
جھک کر کان میں کچھ فرمانے لگے ظاہرا یہ معلوم ہوتا تھا کہ دفع بدنامی کے لئے اس بات کے خواستگار
تھے کہ بنے یا نہ بنے کچھ غلط صحیح بیان کر کے بات بنانی چاہئے ورنہ یہی مشہور ہوگا کہ مسلمانوں کی بات
کا جواب نہ آیا خیر پادری صاحب اُن صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں یہ بھائی کچھ بیان
کرنا چاہتے ہیں۔ مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا بیان کریں مگر پھر ہم بھی کچھ بیان کرینگے خیر کچھ گفت و
شنود کی بعد وہ پادری صاحب فرمانے پر آئے تو کیا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب نے منطق کی بہت
سی دلیلیں بیان کی ہیں اور منطق ایسا علم ہے کہ اُسکی بہت سی باتیں کسیکی سمجھ میں نہیں آتیں اور
دلیلیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک مطلک (یعنی مطلق) ایک مکید (یعنی مقید) مطلک وہ ہے جو احاطہ کے اندر ہو اور مکید وہ ہے
جو احاطہ سے باہر ہو غرض صحت لفظی اور صحت معنوی دونوں بدرجہ تمام تھیں قاف کے بدلے کاف سے
کام لیتے تھے اور مطلق کی تفسیر میں مقید کے معنی اور مقید کی تفسیر میں مطلق کے معنی بیان فرماتے تھے
اُسوقت مولوی رحیم اللہ صاحب مولوی فخر الحسن صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب کی طرف دیکھ کر
ہنسے اور وہ بھی ہنسے اسپر مولوی محمد قاسم صاحب نے ارادہ کیا کہ کچھ بیان کریں غرض یہ تھی کہ تمنے
منطق جاننے والے دیکھے نہیں تم منطق کی باتوں کے سمجھنے کو کہتے ہو فضل الٰہی اب بھی ایسے ایسے آدمی

موجود ہیں جو منطق کو نئے سرے سے ایجاد کر دیں مگر مولوی احمد علی صاحب مالکن نگینہ نے روکا اور یہ کہا کہ
کس کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہو حق واضح ہو گیا پھر کاہیکو اُٹھتے ہو غرض اس قسم کی گفتگو آخر جلسہ میں بیان
کی مگر بعد میں مولوی محمد قاسم صاحب سے سُنا کہ پاخانہ کی مثال پر پادری صاحب کس مُنہ سے اعتراض کرتے
ہیں یعنی اُنکا خدا تو بول براز سے منزہ ہی نہیں خدا جانے نہ بیان کرنے کا یہ باعث تھا کہ کسی کو بُرا نہ لگے یا اُسوقت
خیال ہی نہ آیا اسکے بعد پھر ہندو کچھ کہتے رہے اور اُنہیں کی تحریروں میں دو بج گئے اول اُس پنڈت نے
ایک تحریر مختصر پڑھی جسکے موقع گفتگو پر آنے کا ہم اول ذکر کر چکے ہیں وہ تحریر ناگری میں لکھی ہوئی تھی
مضمون اُسکا اکثر اہلِ اسلام اس وجہ سے کم سمجھے کہ اُسکے اکثر الفاظ زبان سنسکرت کے تھے اپنی سمجھ
میں جسقدر آیا اور یاد رہا وہ یہ ہے کہ مباحثہ میں نفسانیت نہیں چاہیئے اور شاید اُسی تحریر میں یہ
بھی تھا کہ پادری صاحب جو ترجموں کی کثرت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ انجیل کتاب آسمانی ہے تو اسکا
یہ مطلب ہوا کہ جو چیز کثرت سے ہو وہ اچھی ہوتی ہے حالانکہ کیڑے مکوڑے عالم میں آدمیوں سے زیادہ ہیں
اور افضل بنی آدم ہیں یا یہ مضمون یوں ہی زبانی اُن پنڈت صاحب نے بیان کیا تھا اور اغلب یہ ہے کہ اُسوقت
اُن پنڈت صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ میں سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم کیطرف اشارہ کرکے کہا خاص
ان مولوی صاحب سے پوچھتا ہوں کہ نبوۃ کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے یا اسکے قریب قریب کوئی اور مضمون
تھا اسپر مولوی محمد قاسم صاحب سے پہلے پادری نوس صاحب نے فرمایا کہ تو دیا اخلاق چاہئیں یعنی مولوی
محمد قاسم صاحب کی تقریر کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ انہوں نے بیان تو کر دیا ہے کہ نبوۃ کے لئے اخلاق کی
ضرورت ہے اور اسی کے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب نے بھی یہی کہا سو وہ تو ایک دو بات کے بعد چپ
ہو رہا مگر ایک فقیر سرنگ آئے اور ایک تحریر طویل جو بخط ناگری لکھی ہوئی تھی لائے اور پڑھنی شروع کی
اکثر الفاظ سنسکرت کے تھے اور اُسی زبان کے دوہرے اُسمیں مرقوم تھے اس سبب اکثر اہلِ اسلام
اُسکو پورا پورا نہ سمجھ سکے کسی قدر سمجھ میں آیا تو یہ آیا کہ ہندوؤں کی نسبت دربارہ اعمال اقوال کچھ دورو یک بھی
باقی علمیت کی بات کوئی نہ تھی اسکے بعد منشی پیارے لال نے ایک تحریر پڑھی اُس میں گوشت کے حلال ہونے پر
یہ اعتراض تھا کہ یہ ظلم ہے اور پھر اُسکے ساتھ یہ بھی تھا کہ اہلِ اسلام حرم کے جانوروں یعنی مکہ معظمہ کے

واقعہ میلہ خداشناسی

جنگل کے جانوروں کو نہیں کھاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے نزدیک بھی گوشت کھانا جائز نہیں اسپر مولوی احمد حسن صاحب نے کچھ ایسا فرمایا کہ ظلم اُسے کہتے ہیں جو کسی کی چیز کو اُسکی خلاف مرضی اور بلا اجازت تصرف میں لائے اور اجازت سے تصرف کرے تو اُسکو ظلم نہیں کہتے۔ سو ہم جانوروں کو اگر کھاتے ہیں تو خدا کی اجازت سے کھاتے ہیں باقی حرم کے جانوروں کا نہ کھانا ایسا ہی جیسا کوئی شخص اپنے محبوب کے کوچہ کے جانوروں کو باوجودیکہ گوشت کھایا کرتا ہو کچھ نہ کہے اُسکے بعد پادری نولس صاحب نے کھڑے ہوکر کہا شمال کی طرف بعض اقلیموں میں سردی کی کثرت کے باعث کھیتی گھانس کچھ نہیں ہوتی ہاں جانور البتہ ہوتے ہیں اور پھر اسپر وہاں بھی آدمی آباد ہیں اگر جانور حلال نہوں تو وہ سب آدمی ضائع ہو جائیں اور خدا تعالی کے رحم سے بہت بعید ہے کہ ایک مخلوق کو پیدا کرے اور اُنکے کھانے کے لئے کچھ غذا پیدا نہ کرے غرض وہاں یہی گوشت غذا ہے اگر حلال نہو تو وہاں کے تمام آدمی مرجائیں اسکے بعد جلسہ برخاست ہوا اور اہل اسلام سے یہ کہا گیا کہ کل گفتگو اور مباحثہ نہوگا۔ اُٹھتے وقت مولوی محمد قاسم صاحب نے پادری صاحب سے کہا ہم آپکے اخلاق کے بہت مشکور ہیں اور اب ہم رخصت ہوتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا میں بھی آپکے اخلاق سے بہت خوش ہوا اور پھر نام و نشان و مکان پوچھا مولوی صاحب نے اپنا تاریخی نام خورشید حسین بتلایا اور یہ کہا میں ضلع سہارنپور کا رہنے والا ہوں قصہ مختصر میلا برخاست ہوا باہر آتے ہی مولوی محمد قاسم صاحب کے گرد ایک ہجوم تھا ہندو مسلمان سب گھیرے کھڑے تھے مسلمانوں کی اُسوقت جو کیفیت تھی سو تھی مگر ہندو بھی بہت خوش تھے آپس میں کہتے تھے نیلی لنگی والے مولوی نے پادریوں کو خوب مات دی وہ پنڈت صاحب بھی اُسوقت مولوی صاحب کے پاس آبیٹھے جنہوں نے جلسہ میں یہ کہا تھا کہ میں سب سے پوچھتا ہوں اور مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا خاص کر انسے اور اُسوقت یہ کہا کہ میں سچے جی سے مذہب کے مقدمہ میں پوچھنا چاہتا ہوں پر آدمی اُس سے پوچھے جو دوسرے کو سمجھا سکے یعنی اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب کی تخصیص ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا جو کچھ آپ فرماتے ہیں ہمارے دل کو بھی لگتا ہے اور ہم آپ سے امید رکھتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہینگے آپ بھی اُسکو صداقت ہی پر محمول کرینگے تعصب اور سخن پروری نہ سمجھیں گے مگر مذہب کے باب میں اطمینان سے اسکے

متصور نہیں کہ مہینہ پندرہ روز آپ اور ہم ساتھ رہیں اور باہم مذہب کی باتیں کرتے رہیں پنڈت جی
نے کہا ہاں ٹھیک ہے اور کسیقدر ہمراہی کا بھی اقرار کیا مگر پھر اُنکا پتا نہ لگا تھوڑی دیر کے بعد موتی میاں
صاحب نے آکر فرمایا پادری کہتے تھے کہ گو یہ صاحب یعنی مولوی محمد قاسم صاحب ہمارے خلاف کہتے تھے
پر انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسی تقریریں اور ایسے مضامین ہمنے نہ سنی تھے اِدھر مولوی احمد علی صاحب نے
فرمایا پادری باہم کہتے تھے آج ہم مغلوب ہو گئے بعد عصر مرزا موحد صاحب پادری نولس صاحب کے پاس گئے
اِدھر اُودھر کی باتیں کرکے یہ کہا توراۃ میں بتصریح تقدیر کا ثبوت ہے پھر آپ نے یہ کیا کیا جو تقدیر کا انکار
کیا پادری صاحب نے فرمایا ہاں توراۃ میں تقدیر کا ثبوت موجود ہے مگر عیسائیوں میں دو فرقے ہیں اور اُن
دونوں کے کچھ نام بتلائے خوب یاد نہیں ہے اور پھر یہ کہا کہ ہم اُن لوگوں میں ہیں جو منکر تقدیر ہیں مگر اہل فہم
خود سمجھ گئے ہونگے کہ اس صورت میں پادری صاحب کا اعتراض بہ نسبت تعلیم تقدیر جو بمقابلہ
مولوی محمد قاسم صاحب پیش کیا تھا اور مولوی محمد قاسم صاحب نے اُسکا جواب دنداں شکن دیا تھا
فقط اہل اسلام ہی پر نہ رہا بلکہ توراۃ پر بھی اُنکا اعتراض ہوا جسکے باعث خود اُنکے مذہب کی بیخ و
بنیاد اُکھڑ گئی - اور سُنیئے بعد اختتام جلسہ مولوی محمد قاسم صاحب نے موتی میاں صاحب سے کہا
یوں جی چاہتا ہے پادری نولس صاحب سے تنہائی میں ملئے اور دعوۃ اسلام کیجے اُنہوں نے پادری صاحب
سے کہا ہمارے مولوی صاحب آپ سے تنہا ملنا چاہتے ہیں پادری صاحب نے فرمایا بہتر ہے اسکے
بعد مولوی محمد قاسم صاحب پادری صاحب کے خیمہ میں گئے اور اُنکا بیان ہے کہ میں نے پادری
صاحب سے یہ کہا کہ ہم آپ کے اخلاق سے بہت خوش ہوئے اور چونکہ اخلاق باعث محبت ہو جاتے
ہیں اور محبت باعث خیرخواہی ہوجایا کرتی ہے تو ہمارا جی چاہتا ہے کہ دو کلمے آپ کی خیرخواہی کے
آپ سے کہیں اور آپ سنیں پادری صاحب نے کہا کہیئے - مولوی صاحب نے کہا دین عیسوی سے
توبہ کیجے اور دین محمدی اختیار کیجے دنیا چند روز ہے اور عذاب آخرت بہت سخت ہے پادری صاحب نے
کہا بیشک اور یہ کہکر چپ ہو رہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا اگر ہنوز آپکو تامل ہے تو اللہ سے دعا
کیجے کہ حق واضح کر دے اگر آپ اخلاص سے دعا کرینگے تو اللہ تعالی کا وعدہ ہے ضرور حق کو روشن کر دیگا -

پادری صاحب نے کہا میں روز دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ میرے دل کو روشن کردے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا یوں دعا کیجے کہ ان مذاہب مختلفہ میں جونسا مذہب حق ہو وہ روشن ہوجائے اور حق و باطل متمیز ہوجائے پادری صاحب نے فرمایا میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرے حق میں اتنا فکر کیا اور میں آپکی اس بات کو یاد رکھونگا بعد اختتام جلسہ جو پادری صاحب پہلوتہی کا طعنہ دیتے تھے قریب عصر مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس آئے اور یہ فرمایا کہ میں ملنے آیا ہوں اور میں اب رخصت ہوتا ہوں اب جاؤنگا مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا آپ نے بڑا کرم کیا نام و نشان طرفین سے پوچھے گئے اسکے بعد پادری صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ کی تقریر نہایت عمدہ ہے مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا گاہ باشد کہ کودک ناداں ✤ بغلط بر ہدف زند تیرے ✤ اسکے بعد سلام کرکے رخصت ہوئے اسکے بعد بعضے اور پادری چلتے پھرتے ملے اور ایسا ہی کچھ کہا جب میلہ برخاست ہونے لگا اور سب اہل اسلام وہاں سے روانہ ہوئے تو میلہ کے ہندو وغیرہ مناظران اہل اسلام کی طرف اشارہ کرکے اوروں کو بتلاتے تھے کہ یہ ہیں تھوڑی دور چلے تھے کہ گاڑیوں کی قطار سے بیس قدم پر ایک جوگی جا رہا تھا پاؤں میں کھڑاویں سر پر لمبے لمبے بال برہنہ سر ہاتھ میں دست پناہ دو چار معتقد اسکے ساتھ مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کرکے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔ جے مولبی ہے اتفاقاً مولوی محمد قاسم صاحب نے نظر ادھر کو پلٹی تو اس نے سلام کیا مولوی محمد قاسم صاحب نے التفات سے ہاتھ اٹھا کر جواب دیا اس نے جو دیکھا مولوی التفات سے جواب دیتا ہے تو وہاں سے دوڑا اور گاڑی کا ڈنڈا پکڑ کر گاڑیبان سے کہا تھام دے اس نے اوروں کو آواز دیکر کہا تھم جاؤ القصہ گاڑیاں تھم گئیں جوگی صاحب بولے تم نے بڑا کام کیا مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا میں نے کیا کیا پرمیشر نے کیا اسنے کہا سچ کہتے ہو پھر جوگی مذکور نے ہاتھ اٹھا کر چار انگشت سے اشارہ کرکے کہا جب تمنے بولی ماری تو ہمنے دیکھا اسکا یعنی پادری کا اتنا سر بدسوکھ گیا تھا یا یوں کہا گھٹ گیا تھا مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا تم کہاں تھے خیمہ کے باہر تھے جوگی نے کہا ہم بھی خیمہ کے اندر تھے پھر مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا آپکا نام کیا ہے

اُس نے کہا جانکی داس۔ مولوی صاحب موصوف نے فرمایا آپ نے بڑی مہربانی کی جو آپ آئے۔
اُس نے کہا ہم تو تمہارے بیٹا بیٹی ہیں یہ کہا اور سلام کر کے چلدیا ✤ سید ظہور الدین صاحب ساکن
شاہجہانپور امروہہ میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھے۔ ماسٹر جوئل جو مدرسہ انگریزی
شاہجہانپور میں مدرس ہیں کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں ایک عالم دیکھا۔ ایک اور پادری سے
سید صاحب کہتے تھے میں نے پوچھا تم اُس روز کچھ نہ بولے اُنہوں نے کہا ہم کیا کہتے مولوی صاحب
نے کونسی بات چھوڑدی تھی جو ہم بولتے ہمارے پادری نولس ہی کو جواب نہ آیا۔ مولوی عبدالوہاب
ساکن بریلی جناب مولوی محمد قاسم صاحب سے کہتے تھے کہ ایک پادری سے میری ملاقات ہی اور کچھ پتے ایسے
بتلائے جس سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہی پادری اینک تھا جس نے وقت مباحثہ کے پہلو تہی کا طعنہ دینا
چاہا تھا اور پھر بعد اختتام مباحثہ ملنے آیا تھا اور تقریر کی تعریفیں کرتا تھا غرض بعد مباحثہ مولوی
عبدالوہاب صاحب اور اُس پادری کے اتفاق ملاقات ہوا تو مولوی صاحب نے پادری صاحب سے کیفیت جلسہ
پوچھی پادری صاحب نے فرمایا کیا پوچھتے ہو ہمکو بہت سے اس قسم کے جلسوں میں شامل ہونے کا اتفاق ہوا اور
بہت سے علماء اسلام سے اتفاق گفتگو ہوا پر نہ یہ تقریریں سنیں نہ ایسا عالم دیکھا ایک پتلا دُبلا سا آدمی میلے
سے کپڑے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ کچھ عالم ہیں ہم جی میں کہتے تھے کہ یہ کیا بیان کرینگے۔ یہ تو ہم نہیں
کہہ سکتے کہ وہ حق کہتے تھے پر اگر تقریر پر ایمان لایا کرتے تو اس شخص کی تقریر پر ایمان لے آتے اور پھر یہ کہا کہ
تقریر کے مقابلہ کو پادری جب چھیڑا کرتے ہیں جب کوئی تدبیر غلبہ کی باقی نہیں رہتی پادری نولس صاحب نے
لاچار ہو کر یہ باتیں شروع کی تھیں پر اُس شخص نے ایسا اُن سب کو اڑایا کہ پتا نہ لگنے دیا۔ مولوی محمد احسن
صاحب سے بریلی میں رمضان خاں صاحب جو اکثر اُنکے مکان کے قریب مسجد میں اذان کہا کرتے ہیں
مسجد ہی میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے کہ مولوی صاحب تو او تار ہو گئے
کھتریوں میں کچھ آدمی شاہجہانپور سے آئے ہیں کیفیت مباحثہ کچھ اس طور بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں
کی طرف سے ایک پتلا سا آدمی میلے سے کپڑے نیلی لنگی بغل میں دبی ہوئی بیان کرنے کھڑا ہوا ایسی
تقریریں بیان کیں کہ پادریوں کو جواب نہ آیا کوئی اوتار ہوں تو ہوں فقط **تمت**

اعلان بے مطبع مجتبائی دہلی بلا اجازت کوئی صاحب طبع نہ فرمائیں — محمد عبدالاحد مالک مہتمم مطبع مجتبائی دہلی ۷ جنوری ۱۸۹۵ء